بانسری کا نغمہ

ایک دفعہ وہاں پنگ نام کا ایک مالدار سوداگر رہتا تھا۔ بیچارہ! اس کے پاس اس سے کہیں زیادہ رقم تھی کہ اسے معلوم ہو کیا کرنا ہے۔

سارا دن پیسے کے معاملات میں ڈوبا رہتا۔ اگر اس کے بچوں نے اسے کھیلنے کے لیئے بلایا تو اس نے جواب دیا، "وقت نہیں، وقت نہیں ہے!"

پنگ کی بیوی کو اس کی فکر تھی۔ "تم کھاتے نہیں، سوتے نہیں، بیمار پڑ گئے تو کیا ہو گا؟ تمہارے سارے کام بیکار ہو جائیں گے!"

پنگ کے گھر کے آگے ایک چھوٹی سی جھونپڑی زمین کے ایک چھوٹے سے پلاٹ پر کھڑی تھی۔ اس جھونپڑی میں لی اور اس کی بیوی اپنے دو بچوں کے ساتھ رہتے تھے۔ لی ایک مزدور تھا۔ ہر صبح فجر کے وقت وہ میدان میں نکلتا تھا۔ شام ہوتے ہی وہ تھکے ہارے گھر واپس چل پڑتا۔

لیکن گرم غسل اور کچھ چائے کے بعد، لی بیٹھ کر اپنی بانسری بجاتا۔ اس کی بیوی اور بچے گاتے اور ناچتے۔ یہ ان سب کے لیئے بہترین وقت تھے۔

ایک دن پنگ کی بیوی نے کہا، "شوہر، عزیز، لی اور اس کا خاندان بہت غریب ہیں، پھر بھی وہ کتنے خوش ہیں، ہم لی کی طرح خوش کیوں نہیں ہیں؟"

پنگ نے ایک لمحے کے لیئے سوچا۔ پھر فرمایا کہ وہ خوش ہیں کیونکہ ان کے پاس وقت ہے۔

وہ لی کو پاس گیا اور اس سے کہا، "اچھے آدمی، میں نے تمہیں دن رات محنت کرتے دیکھا ہے۔ میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔" پھر اس نے لی کو سکوں کا ایک تھیلا دیا اور کہا، "براہ کرم اپنے پڑوسی اور دوست سے یہ تحفہ قبول کریں۔"

ٹھیک ہے، جس لمحے سے لی کو پیسوں کا تھیلا ملا اسے کوئی سکون محسوس نہیں ہوا۔ اس نے سارے سکے گن لیئے لیکن اپنی جگہ کھویا رہا اور دوبارہ شروع کر دیا۔ لی کی بیوی یا اس کی بیٹیاں اسے اپنی بانسری لاتی تھیں لیکن، "وقت نہیں! کوئی وقت ہیں ہے!" وہ سب کچھ کہے گا۔

نئے مسائل پیدا ہوئے۔ لی پیسے کو کہاں چھپائے؟ اس نے اسے برتن میں، ڈبے میں، شیلف پر رکھنے کی کوشش کی۔ آخر کار اس نے پیسوں کا تھیلا کنویں میں اتار دیا۔

ایک اور دن، ایک اور پریشانی۔ "میں اپنا مال کیسے خرچ کروں؟" اس نے سوچا. "کیا میں بیل خریدوں؟ ہل؟" اس نے کنویں سے تھیلا نکالا، سکوں کو خشک کرنے کے لیے پھیلایا اور گننے لگا۔ رات گئے وہ تھکے ہارے بستر پر چلا گیا۔

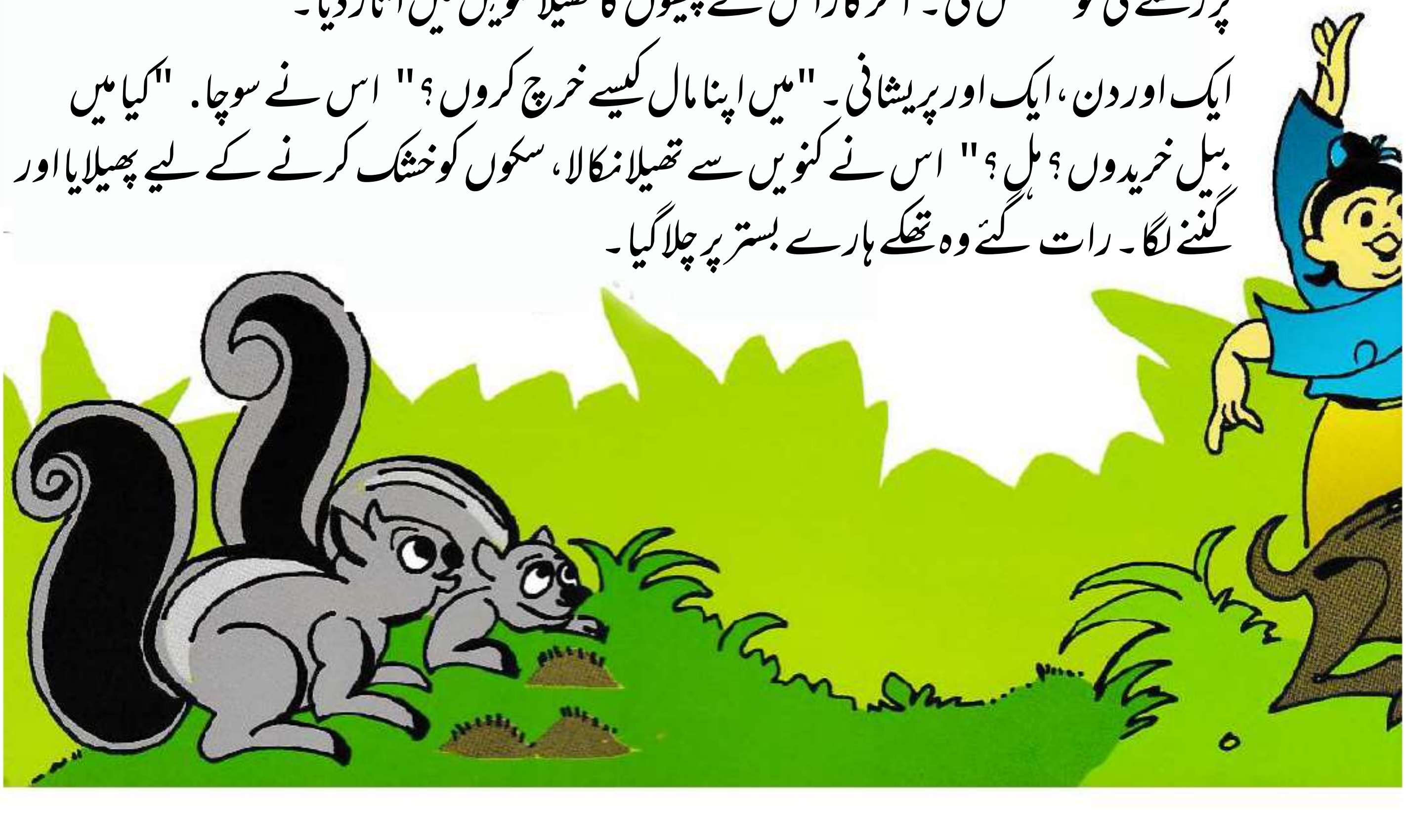

وقت گزر گیا۔ لی نے سکوں کو شمار کیا، انہیں ادھر ادھر منتقل کیا، اور منصوبہ بنایا کہ انہیں کیسے خرچ کیا جائے۔ اور ہر دن کے اختتام پر وہ بانسری بجاتے ہوئے بہت تھک جاتا تھا۔

ایک صبح جب لی بیدار ہوا تو پرانی عادت نے اسے گھر سے نکال دیا۔ اس نے تازہ ہوا میں سانس لی اور صبح کے سورج کو اپنی تکلیف شدہ ہڈیوں کو گرم کرنے دیا۔ اس کی بیوی اس کے ساتھ ملنے آئی۔ "پیسہ سب سے قیمتی چیز نہیں ہے، پیارے شوہر،" اس نے کہا۔ اس کے بے پردہ چہرے کو دیکھتے ہوئے، اس نے مزید کہا، "محبت اور پیار زیادہ قیمتی ہیں۔"

اچانک لی کو معلوم ہوا کہ کیا کرنا ہے!

اس نے وہ دن بانس کے ڈنڈوں کو کاٹتے اور ہلاتے ہوئے گزارا جب تک کہ اس نے ایک درجن باریک بانسری نہ بنالی۔ وہ انہیں سکوں کے تھیلے سمیت پنگ کے گھر لے آیا۔ "اس پیسے نے میرا سکون چھین لیا ہے،" اس نے بیگ کو پنگ دیتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے پنگ کو بانسری دی۔ انہوں نے کہا کہ برائے مہربانی ان کو ہماری دعاؤں سے قبول کریں۔

لیکن پنگ اور اس کی اہلیہ صرف اپنے فرائض پر واپس چلے گئے۔

اچانک پنگ کی قسمت بدل گئی۔ اس کے پاس گنتی کے پیسے نہیں تھے! وقت نے اس کے ہاتھوں پر بھاری بوجھ کی طرح دبایا۔ ایک دن اس نے دیکھا کہ ایک شیلف پر ایک بانسری بھولی ہوئی ہے۔ پنگ نے اسے اٹھایا اور بجانا شروع کر دیا۔ اس کی بیوی اور بچے خوشی سے شریک ہوئے۔

اس کے بعد پنگ اور اس کا خاندان ہر رات اپنی بانسری بجاتا تھا۔ پنگ نے اپنے بچوں کے ساتھ گزارے ہوئے ہر لمحے کا مزہ لینا سیکھا۔

کیونکہ جیسا کہ کہاوت ہے، "سب سے بڑا خزانہ سونا نہیں بلکہ خوشی ہے۔"

چین سے ایک کہانی

© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

بادشاہ اور گلہری

ایک دفعہ ایک عظیم بادشاہ تھا۔ اوہ، وہ جنگیں جو اس نے لڑی تھیں! دولت اس نے جیتی تھی! تاریخ میں بہت کم حکمران اس کا موازنہ کرسکتے ہیں۔ ایک دن محل کے باغ میں چہل قدمی کرتے ہوئے بادشاہ نے اپنے سب سے قابل اعتماد وزیر سے کہا، "میری موجودگی میں کوئی بھی اپنے بارے میں بڑائی نہ کرے، کیونکہ میں ہر لحاظ سے دوسروں سے برتر ہوں۔"

بوڑھا وزیر چونک گیا۔ "مجھے معاف کردو، اے بادشاہ!" انہوں نے کہا. "لوگ اپنی کامیابیوں پر فخر کرنا پسند کرتے ہیں۔ اس بیں نقصان کہاں ہے؟ اگر وہ آپ کی موجودگی میں فخر سے بولیں تو اسے جانے دیں۔ یہ چھوٹی سی بات ہے۔"

بادشاہ حیران ہوکر خاموش ہوگیا! پھر ایک گستاخ آواز نے اس کے خیالات میں خلل ڈالا۔ ایک گلہری درخت پر بیٹھی اس سے چہچہا رہی تھی۔ اس کے پنجے میں ایک سکہ تھا۔

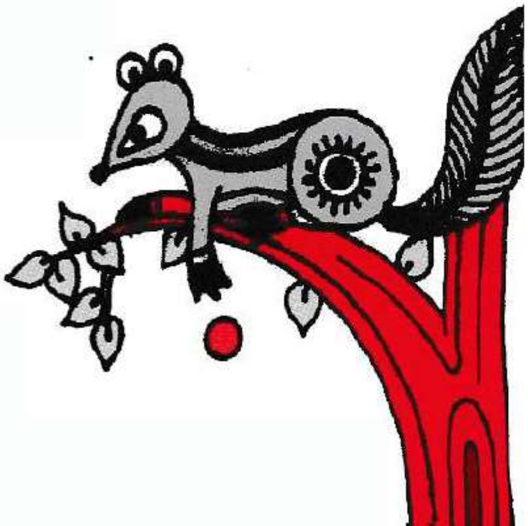

بادشاہ نے تجسس سے گلہری کو دیکھا۔ اچانک یہ گانا شروع ہوا!

دولت کے معاملے میں تو صاف نظر آتا ہے کہ بادشاہ بھی مجھ سے جلتا ہے!

اس فضول گانے سے ناراض ہوکر بادشاہ گلہری کو پکڑنے کے لیئے اچھل پڑا، جس نے اپنا سکہ گرادیا اور بھاگ گئی۔ بادشاہ نے بڑی تدبیر سے سکہ پکڑا اور وزیر کے پاس واپس لوٹا، اس کی حس مزاح بحال ہوگئی۔ "میں آپ کے مشورے پر عمل کروں گا،" اس نے وعدہ کیا۔

لیکن اس شام جب بادشاہ تفریح کر رہا تھا تو وہی گلہری نمودار ہوئی! اس نے اوپر سے نیچے کود کر گایا،

میرا سکہ بادشاہ نے چرالیا! اس میں سے میں گاؤں گا اور گاؤں گا اور گاؤں گا!

بے چارے بادشاہ! اپنا وعدہ بھول کر وہ گلہری کا پیچھا کرنے کے لیئے اٹھ کھڑا ہوا۔ لیکن تمام مہمان اسے دیکھ رہے تھے۔ بڑی مشکل سے اپنے غصے پر قابو پایا۔ خوش قسمت گلہری!

محل کی صبحیں خیرات دینے کا وقت تھیں۔ اگلی صبح گلہری دروازے پر آئی اور گایا،

بادشاہ کس قدر فخر سے اپنی دولت غریبوں کے ساتھ بانٹتا ہے! اب، میرے سکے کا شکریہ، وہ اور بھی دے سکتا ہے!

" کیا کوئی اس گلہری کو پکڑے گا؟" بادشاہ کو پکارا. لیکن گلہری بھاگ گئی۔

دوپہر کے کھانے کے وقت، یہ آیا اور گایا،

اے بادشاہ! میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

آپ نے میرا سکا کس چیز کے عوض ادا کیا!

بادشاہ غصے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے گلہری کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن وہ پہنچ سے باہر چھلانگ لگا کر بھاگ گئی۔ باقی دوپہر اس نے دکھی تنہائی میں گزاری۔

چائے کے وقت وہ کھائے بغیر بالکل ساکت بیٹھا اور گلہری کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ بہت جلد، یہ آیا اور گایا:

کھاؤ، کھاؤ، اے بادشاہ! اپنی صحت کو خطرے میں نہ ڈالیں اور منصوبہ بندی کرتے ہوئے کہ میں اپنی دولت کیسے خرچ کروں!

یہ بادشاہ کی برداشت سے زیادہ تھا۔

اس نے احتیاط سے گلہری کو نشانہ بنایا اور سکے کو جتنی سختی سے پھینک سکتا تھا۔

گلہری نے اڑتے ہوئے سکے کو بڑی نرمی سے پیچھے ہٹا دیا۔ اس نے اسے اٹھایا اور گایا،

اس نے اسے واپس دیا! اس نے اسے واپس دیا! میرے ڈر سے اس نے اسے واپس کر دیا!

بادشاہ رات بھر جاگتا رہا۔ صبح ہوتے ہی اس نے اپنے وزیر سے کہا کہ میں اپنی ریاست کو گلہریوں سے چھٹکارہ حاصل کرنے جا رہا ہوں۔ اور اسے اپنے جرنیلوں کو بلانے کا حکم دیا۔ اس کے وزیر نے اس سے استدلال کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے کہا کہ گلہریوں کی تعداد گنتی سے باہر ہے۔ "ہم ان سب کو کیسے تلاش کریں گے؟"

"میری فوجیں دنیا کی بہترین فوج ہیں" ۔ بادشاہ نے جواب دیا، "وہ تمام گلہریوں کو تلاش کرلیں گے!"

اس کے وزیر نے اسے مزید دبایا۔ "ٹھیک ہے، لیکن فوجیوں کے بارے میں سوچیں۔ کیا وہ اس طرح کی چھوٹی اور بے بس مخلوق کو مارنے پر رضامند ہوں گے؟ اور آپ، سر، کیا آپ کو اس بادشاہ کے نام سے یاد کیا جانا چاہتے ہیں جس نے گلہریوں سے جنگ کی؟"

اس سے بادشاہ کے جنگی منصوبے ختم ہو گئے۔ "میں ہنسنے کا سامان بن جاؤں گا!" اس نے تسلیم کیا۔ "لیکن میں کیا کروں؟"

"صاحب! گلہری کو نظرانداز کریں!" وزیر نے کہا۔ "اگر آپ نے یہ سب کچھ کیا ہوتا تو آپ اپنا سکون نہ کھوتے۔"

ناشتے میں جب گلہری چہچہاتی ہوئی آئی تو بادشاہ نے گایا،

دنیا کے عقلمند کہتے ہیں کہ بادشاہ گلہری کا کوئی مقابلہ نہیں!

گلہری دنگ رہ گئی! یہ بغیر آواز کے محل سے نکل گئی اور پھر کبھی وہاں نظر نہیں آئی۔

بھارت کی ایک لوک کہانی (منوج داس کے دوبارہ بیان پر مبنی)

© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi
L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi
Urdu Mohammad Naseem
Artist Uma Krishnaswamy

یہ پورے چاند کی رات تھی۔ تمام جانور جشن منا رہے تھے۔

"توجہ، سب!" ریچھ کو بلایا۔ "آج رات ہمارے مہمان خصوصی ہوں گے... جنگل کا سب سے پرانا جانور! کیا آپ آگے بڑھیں گے؟"

"وہ میں ہوں!" "یہ میں ہوں!" ہر طرف سے چیخیں آئیں۔ کئی جانور بے تابی سے ریچھ کے قریب پہنچے۔

ریچھ چھا گیا۔ یہ کیسے پتہ چل سکتا تھا کہ واقعی سب سے بوڑھا کون ہے؟

بندر کو ایک خیال آیا۔ "آئیے ایک مقابلہ کریں،" اس نے کہا۔ "ہم دیکھیں گے کہ کون ہمیں ان کی ترقی یافتہ عمر پر قائل کر سکتا ہے۔" دوسرے جانوروں نے اتفاق کیا۔ چنانچہ مقابلہ شروع ہوا۔

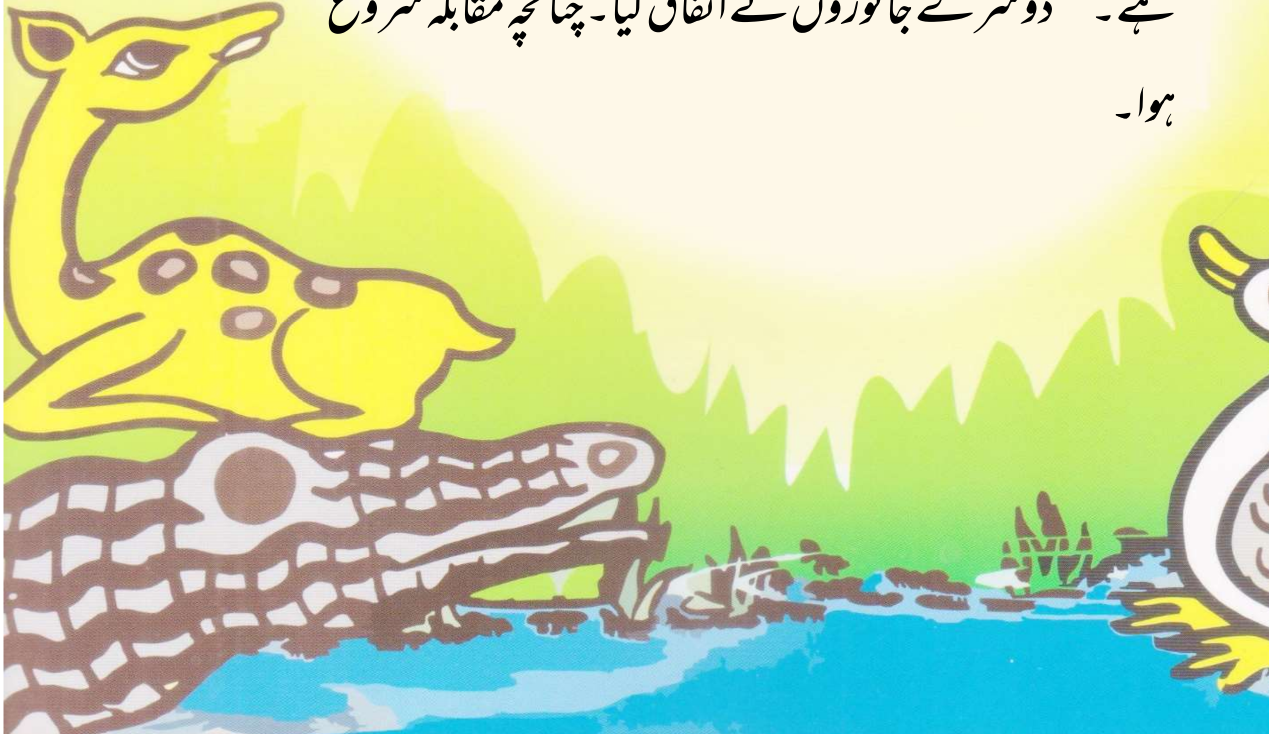

سب سے پہلے ہاتھی بولا۔ "جب میں اس جنگل میں آیا،" اس نے کہا، "یہاں کوئی اور جانور بالکل نہیں تھا۔ میں اکیلا ہی گھومتا تھا۔"

"آہا!" طوطے نے اپنے پر پھڑپھڑاتے ہوئے کہا۔ "جب میں اس جگہ آیا تھا تو وہاں کوئی جنگل نہیں تھا! میں نے ہی درخت لگائے اور ان کی دیکھ بھال کی۔"

"بالکل صحیح!" ہرن نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "میں نے آپ کو بیج لگاتے دیکھا! میں آسمان سے سیڑھی سے نیچے آرہا تھا۔ میں نے سورج، چاند اور ستاروں کو لٹکا کر فارغ کیا تھا۔"

تمام جانوروں نے ہرن کی تعریف کی۔ "یہ ہمارا فاتح ہے!" انہوں نے سوچا۔

لیکن پھر گیدڑ اپنی جگہ سے اٹھا۔ یہ عمر کے دھیمے وقار کے ساتھ آگے بڑھا۔

"وہ سیڑھی جس پر ہرن چڑھ کر سورج، چاند اور آسمان کے ستاروں کو لٹکانے کے لیے چڑھا،" اس نے کہا، "وہی سیڑھی میں نے بنائی تھی! میں نے درخت کو کاٹ کر پٹریوں کی شکل بنائی اور ان سب کو ایک ساتھ باندھا، یہ کیسا کام تھا! میں نے ہرن کے لیئے سیڑھی لگانے کے لیئے وقت پر ختم کیا۔"

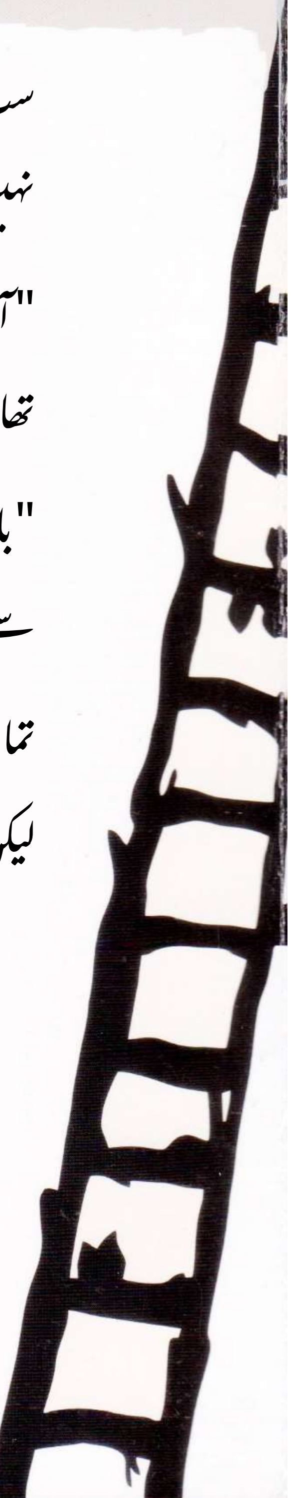

تمام جانوروں نے تالیاں بجائیں۔ "یقیناً گیدڑ نے مقابلہ جیت لیا ہے،" انہوں نے سوچا۔

اچانک رونے کی آواز آئی۔ یہ مینڈک تھا۔ وہ اپنی آنکھیں پونچھتے ہوئے دوسرے جانوروں کی طرف افسوس سے لہرایا اور کہا۔

"جب میں چھوٹا تھا، میرا ایک بہترین دوست تھا- یہاں اس گیدڑ کا دادا۔"

"ایک دن میرے دوست نے مجھے پھل کا تحفہ دیا، اس پھل میں وہ بیج تھا جس سے درخت اُگا تھا۔ اس سے گیدڑ نے سیڑھی بنایا تھا تاکہ ہرن چڑھکر سورج، چاند اور ستاروں کو لٹکا سکے!"

"بچپن کے دوست کو دیکھے اتنا عرصہ ہوگیا ہے۔ اب بہت سی یادیں میرے ذہن میں بھر رہی ہیں! اسی لیئے میں رو رہا ہوں۔"

سب نے مینڈک کی بات غور سے سنی۔ بولنا بند کیا تو گیدڑ بھی اس کی آنکھوں سے آنسو پونچھ رہا تھا۔ ایسی طاقت تھی مینڈک کی کہانی سنانے کی!

جانوروں نے متفقہ طور پر مینڈک کو مہمان خصوصی قرار دیا۔ اب یہ حقیقی آنسو رویا- خوشی کے آنسو!

پورے چاند کی دعوت شاندار تھی۔

تمام جانوروں نے لطف اٹھایا، اور ان میں سے بہت سے لوگوں نے آسمان کی طرف دیکھنے میں کافی وقت گزارا۔

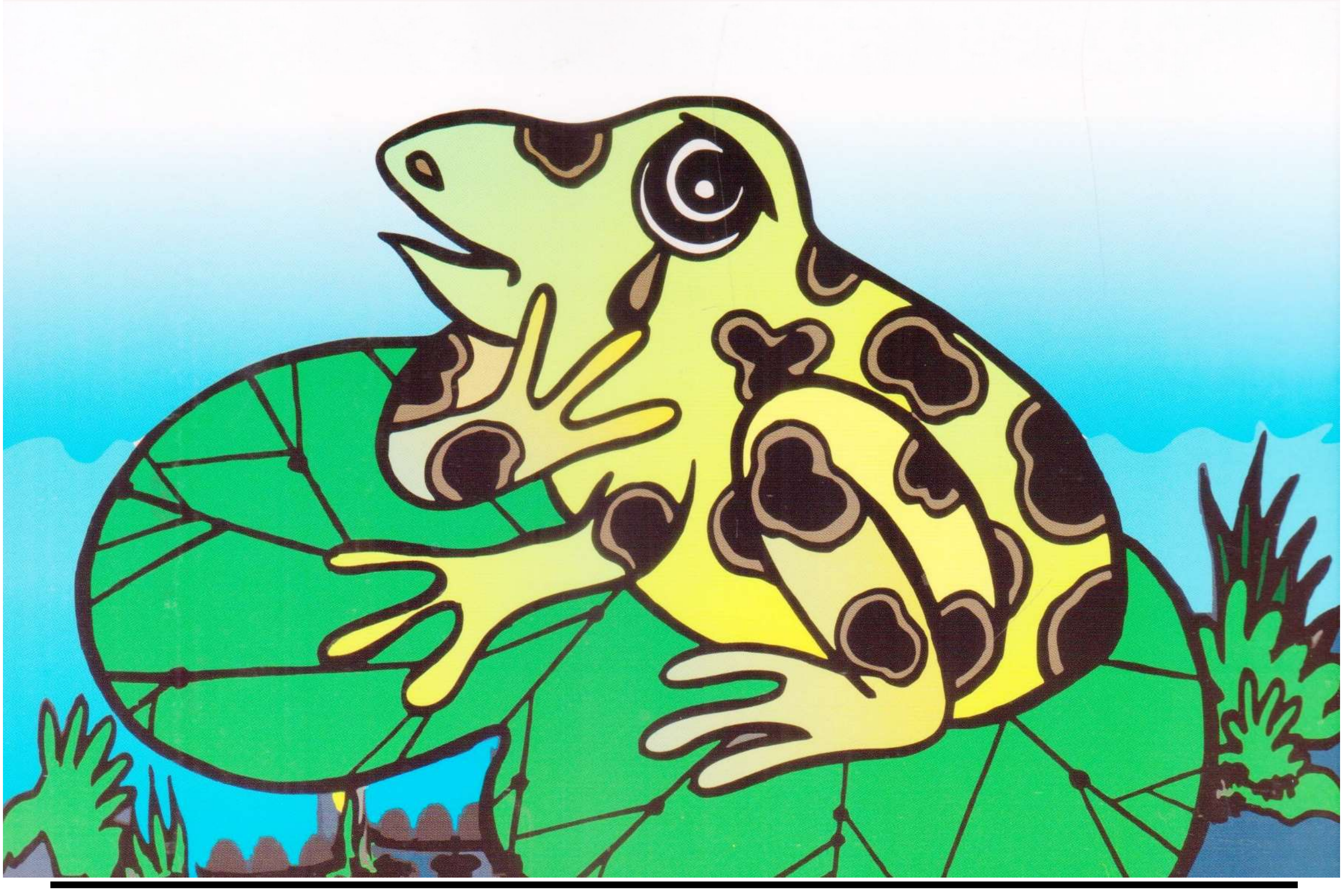

© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

ٹپک، ٹپک!

یہ ایک طوفانی رات تھی۔ بارش درختوں کی چوٹیوں سے ٹکرائی۔ ہوا نے شاخوں کو دھکیل دیا اور کھینچا۔ غاروں اور بلوں میں جانور چھپ گئے۔ لیکن پھر۔۔۔

ایک شیر جنگل سے باہر نکل کر گاؤں میں بھاگا۔ اس نے جھونپڑی کی دیوار کے سایہ میں پناہ لی۔

دیوار کے ساتھ قریب سے سٹے ہوئے، شیر نے ایک بوڑھی عورت کو اپنے آپ سے یہ کہتے ہوئے سنا، "میں اس ' ٹپک، ٹپک ' سے بہت تھک گئی ہوں! "

جب اس نے اپنی میزیں اور ڈبوں کو پانی سے دور کیا تو وہ ایک دوسرے کے خلاف دستک دینے لگے۔ "بوم، بوم، بام، بام!" آواز نے جھونپڑی کی دیواروں کو ہلا دیا۔ "یہ ' ٹپک ٹپک ' کیا ہے؟" شیر نے سرگوشی کی۔

اس دوران بھولے ناتھ اپنے گدھے کی تلاش میں گیا تھا۔ اندھیرے اور موسلا دھار بارش میں وہ مشکل سے دیکھ سکتا تھا۔ اوہ! دادی کی جھونپڑی کے قریب وہ کیا پناہ لئے ہوئے ہے؟ "یہ میرا گدھا ہوگا!" اس نے سوچا۔

بھولے ناتھ تیزی سے شیر کے پاس پہنچا اور اس کا کان مروڑ دیا۔ "میں آپ کو ہر جگہ تلاش کر رہا ہوں!" وہ چلایا "تم مصیبت پیدا کرنے والے!" غصے میں اس نے شیر کی پیٹھ پر چھلانگ لگا دی۔ اس نے اسے جانے کے لیئے اس کے جسم کو لات ماری۔

ان تمام نئے تجربات سے گھبرا کر شیر نے ہر حکم کی تعمیل کی۔ گھر میں بھولے ناتھ نے اسے باندھا اور اندر سو گیا۔

اگلے دن کی صبح صاف اور روشن تھی۔ بھولے ناتھ کی بیوی گھر سے باہر آئی۔ "آآآآہ" وہ شیر کو دیکھ کر چیخ پڑی۔ بھولے ناتھ دوڑتا ہوا آیا۔ "اوووووو!" وہ چیخا. اس نے اپنی بیوی کو واپس گھر میں کھینچ لیا۔ دونوں نے مل کر دروازہ بند کر دیا۔

اب گاؤں والے دوڑتے ہوئے آئے۔ انھوں نے شیر کو دیکھا تو وہ بھی دہشت سے چیخ اٹھے۔ وہ ہر طرف بھاگے۔

بیچارہ شیر! کتنا شور اور ہنگامہ ہے! اس نے اس رسی کو کاٹا جس نے اسے پکڑ رکھا تھا۔ پھر وہ واپس جنگل میں بھاگ گیا۔

اسی دوران بھولے ناتھ کے شیر پر سوار ہونے کی خبر گاؤں میں پھیل رہی تھی۔ "اور میں نے اتنا ہی نہیں کیا!" اس نے فخر کیا. "میں نے شیر کا کان بھی مروڑا!" اس کی دہشت شیرنی کے ساتھ بھاگ گئی تھی۔ اب وہ فخر محسوس کر رہا تھا۔ وہ کتنا بہادر تھا! شیر پر سوار ہونے کے لیئے!

بھولے ناتھ کی سواری کی خبر گاؤں سے آگے دیہی علاقوں میں پھیل گئی۔ یہ بات بادشاہ کے کانوں تک پہنچی۔ کیا کمال ہے! اس کی بادشاہی میں، ایسا ہیرو ہونا!

بادشاہ نے بھولناتھ کو بلوایا۔ اس نے اسے تحائف سے نوازا۔ "آپ واقعی بہت اچھے ہیں!" اس نے اسے بتایا۔ اب بھولے ناتھ گاؤں کا بڑا آدمی تھا۔ سب نے اس کی عزت اور قدر کی۔ بھولے ناتھ مطمئن تھا

چند ماہ گزر گئے۔ اچانک دشمن کی فوجیں سلطنت پر اتر آئیں۔ بادشاہ کی فوج سخت دباؤ میں تھی۔ بادشاہ کو بھولے ناتھ یاد آیا۔ اس نے اپنے نوکروں سے کہا، "جاؤ، شیر پر سوار ہونے والے ہیرو کو بلاؤ۔ اسے ایک جنگی گھوڑا دو۔ وہ ہمارے دشمنوں کو خاک میں ملا دے گا۔"

بھولے ناتھ بادشاہ کا حکم سن کر دنگ رہ گیا۔ "میں صرف ایک سادہ کسان ہوں!" انہوں نے کہا. "میں فوج سے کیسے لڑ سکتا ہوں؟" لیکن

کوئی چارہ نہیں تھا. اس لیئے اس نے گھوڑے پر سوار کر لیا جتنا وہ کر سکتا تھا۔

فوراً وہ چلایا، "میں گرنے والا ہوں!" اس کی بیوی نے ایک لمبی رسی لی اور اس کے بازو، ٹانگیں اور جسم کو گھوڑے سے مضبوطی سے باندھ دیا۔

گھوڑا ہوا کی طرح دشمن کی فوج کی طرف بھاگا! بیچارے بھولے ناتھ کو معلوم نہیں تھا کہ اسے کیسے روکا جائے! بے چین ہو کر اس نے درخت کی ایک شاخ پکڑ لی۔ پورا درخت اکھڑ گیا! یہ ایک بڑے نیزے کی طرح اس کے بندھے ہوئے ہاتھ میں پڑا تھا۔ وہ دہشت سے چیخا۔

دشمن کے سپاہیوں نے بھولے ناتھ کو قریب آتے دیکھا۔ "اسے دیکھو!" ایک نے کہا. "وہ ایک پورے درخت کو نیزے کے طور پر استعمال کر رہا ہے!" "اس کا گھوڑا میں نے اب تک دیکھا سب سے تیز ہے!" ایک اور نے کہا. پھر بھی ایک اور سپاہی نے کہا، "اس کی جنگ کی فریاد سنو! وہ ٹکرانے والے شیر کی طرح چیختا ہے!"

"اوہ! وہ ضرور ہیرو ہوگا جس نے شیر کی سواری کی تھی!" انہوں نے محسوس کیا. پھر وہ سب اپنی جان بچانے کے لیئے بھاگے۔

آخر گھوڑا آکر رک گیا۔ اس نے اس رسی کو کاٹ لیا جس نے بھولے ناتھ کو کاٹھی میں رکھا تھا۔ بھولی ناتھ کے ہاتھ سے درخت چھوٹ گیا اور وہ زمین پر گر گیا۔

"میں زندہ ہوں!" اس نے حیرت سے سوچا۔ اس نے گھوڑے کی لگام اٹھائی اور گھر کی طرف چلنے لگا۔ کیا وہ پھر کبھی گھوڑے پر سوار ہوگا؟

جب وہ آگے بڑھ رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ لوگ اسے گھور رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے، "یہ وہ ہے جس نے ایک پوری فوج کو شکست دی، پھر بھی دیکھو وہ ایک عام آدمی کی طرح زمین پر کیسے چلتا ہے!" تو وہ حیران ہوئے اور گزرتے وقت اسے سلام کیا۔

بھارت کی ایک لوک کہانی

© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

Urdu Mohammad Naseem

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Artist Uma Krishnaswamy

یودھیشٹھر اور یکش

یہ ان کی بارہ سالہ طویل جلاوطنی کے اختتام کے قریب تھا۔ وہ جنگل میں ایک ہرن کا پیچھا کر رہے تھے۔ ہرن انھیں بہت دور لے گیا اور پھر غائب ہوگیا۔

تھکے ہارے پانڈو آرام کرنے بیٹھ گئے۔ اداسی سے انھوں نے ہرن کے بارے میں بات کی جو دور ہوگیا تھا۔ یودھیشٹھر نے دیکھا کہ انھیں خوش کرنے کے لیئے کسی سرگرمی کی ضرورت ہے۔ تو اس نے نکولا کو بلایا،

"چھوٹے بھائی، مجھے پیاس لگی ہے۔"

نکولا اٹھ گیا۔ ''میں جا کر پانی لاتا ہوں۔'' اس نے کہا۔

اس نے ایک درخت پر چڑھ کر چاروں طرف دیکھا۔ اوہ، اچھا! زیادہ دور ایک تالاب تھا۔ وہ درخت سے اتر کر وہاں چلا گیا۔ تالاب کے کنارے پر اسے شدید پیاس محسوس ہوئی۔ اس نے پینے کے لیئے ہاتھ کا چلو بنایا۔ پھر چاروں طرف سے آواز آئی!

"رکو! تم میرے سوالوں کا جواب دینے کے بعد پی سکتے ہو،" اس نے کہا۔ لیکن نکولا نے آواز کو نظر انداز کر دیا۔ اس نے پانی کا ایک گھونٹ لیا۔ پھر وہ مر گیا!

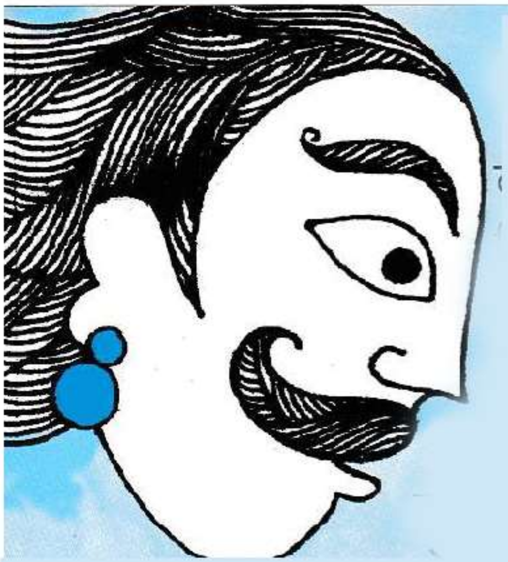

جب نکولا واپس نہیں آیا تو یودھیشٹھر نے سہدیو کو اس کی تلاش کے لیئے بھیجا۔ سہدیو تالاب پر آیا اور پیاس کی شدت سے پریشان تھا۔ اس نے پینے کے لیئے چلو بنایا۔ ایک آواز نے اسے چیلنج کیا۔ اپنے جڑواں کی طرح، سہدیو نے اسے نظر انداز کیا اور پیا۔ وہ بھی گر کر مر گیا!

اگلا ارجن آیا۔ اس نے اپنے بھائیوں کو زمین پر بے حرکت پڑے دیکھا۔ جب وہ ہکا بکا کھڑا ہوا تو اسے ایک آواز سنائی دی جو اسے للکار رہی تھی۔ ارجن کو معلوم ہوا کہ یہ وہی دشمن ہے جس نے اس کے بھائیوں کو قتل کیا ہے!

"غیر مرئی دشمن! دیکھو میں تمہارے ساتھ کیا کروں گا!" ارجن نے کہا۔ پھر وہ پیاس سے بیقابو ہو گیا۔ انہوں نے کہا کہ "ہم لڑیں گے جیسے ہی میں کچھ پانی پی لوں۔" اس نے پیا اور گر کر مر گیا۔

بے چینی سے انتظار کرنے کے بعد، یودھیشٹھر بھیم کی طرف متوجہ ہوا، "پیارے بھائی! عظیم ہیرو ارجن، ابھی تک واپس نہیں آیا ہے۔ کچھ ہولناک ہوا ہوگا۔ براہ کرم جا کر معلوم کریں۔ پانی بھی لے آؤ! میں پیاس سے مر رہا ہوں!" بھیما کچھ بولے بغیر جلدی سے چلا گیا۔ جب وہ تالاب پر پہنچا تو اس نے اپنے بھائیوں کو وہاں پڑے دیکھا۔ اچانک اسے آواز سنائی دی۔ بھیما نے اس کی دھمکی کو ٹھکرایا اور پی لیا۔ وہ اپنے بھائیوں کی طرح مر کر گر پڑا۔

آخر کار یودھیشٹھر آیا، پیاس اور فکر سے ڈر کر۔ اپنے بھائیوں کو وہیں پڑے دیکھ کر رونے لگا۔ وہ دوڑتا ہوا ان کے پاس آیا اور ان کے چہروں پر ہاتھ مارا۔ "اس کے لیئے ہم نے اپنی برسوں کی جلاوطنی برداشت کی؟ ہائے میرا دل ٹوٹ رہا ہے۔ میں اس دنیا میں کیسے رہ سکتا ہوں!"

پھر ایک بڑی آواز نے کہا، "تمہارے چھوٹے بھائیوں نے میری باتوں پر غور کیے بغیر پی لیا، انہوں نے اپنے تکبر کا بدلہ چکایا، تمہیں اپنی پیاس بجھانے سے پہلے کم از کم میرے سوالوں کا جواب دینا چاہیئے۔"

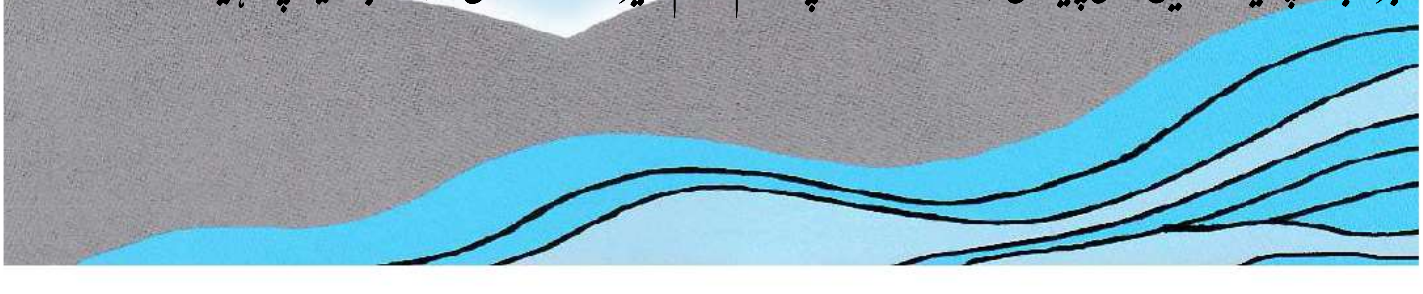

یودھیشٹھر نے محسوس کیا کہ یہ یکش کی آواز ہے۔
"اپنے سوالات پوچھیں،" اس نے کہا۔
یکش : جو لوگ جھنجھلاہٹ میں ہیں ان کو کیا بچاتا ہے ؟
یودھیشٹھر : ہمت
کوئی عقلمند کیسے بنتا ہے ؟-
عقلمندوں کی صحبت میں رہنے سے۔
زمین سے زیادہ باوقار چیز کیا ہے ؟-
ایک ماں-
ہوا سے زیادہ تیز کیا ہے ؟-
دماغ-
مسافر کا سب سے اچھا دوست کیا ہے ؟-
سیکھنا۔-
خوشی کیا ہے ؟-
دماغ اور عمل کے درمیان ہم آہنگی؛ اچھا سلوک۔-
ایک آدمی کو کیا چھوڑنا چاہیے، سب سے پیار کیا جائے ؟-
فخر-
کس نقصان سے خوشی ملتی ہے، غم نہیں ؟-
غصے کا نقصان-
امیر بننے کے لیئے آدمی کو کیا ترک کرنا چاہیے ؟-
خواہش-

کامیابی کی پہلی شرط کیا ہے ؟-

مسلسل کوشش ۔-

منافع میں سب سے بہتر کون سا ہے ؟-

کوئی بیماری نہ ہو۔-

موت میں آدمی کے ساتھ کون ہے ؟-

دھرم ہی موت کے بعد ایک کے ساتھ ہوتا ہے ۔-

دنیا کا سب سے بڑا عجوبہ کیا ہے ؟-

ہر روز لوگ مخلوقات کو مرتے ہوئے دیکھتے ہیں، پھر بھی وہ ہمیشہ زندہ رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس طرح یکش نے کئی سوالوں کے ساتھ یودھیشٹھر کو دبایا۔ یودھیشٹھر نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے ان سب کا جواب دیا۔ آخر میں، یکش نے کہا، "میں آپ کے جوابات سے خوش ہوں! اپنے بھائیوں میں سے کسی ایک کو چن لو۔ میں اسے دوبارہ زندہ کروں گا۔"

"نکولا وہ ہے جسے زندہ رہنا چاہیے،" یودھیشٹھر نے کہا۔

اچانک ایک طاقتور یکش شکل اختیار کر کے اس کے سامنے کھڑا ہو گیا! اس نے کہا، "دھرم راجا! نکولا کیوں؟ تمہارے بھائی بھیم کے پاس 16,000 ہاتھیوں کی طاقت ہے! تمہارا بھائی ارجن تیر اندازی میں بے مثال ہے۔ ان پر نکولا کو کیوں چنا؟"

"یہی وجہ ہے:" یودھیشٹھر نے جواب دیا۔ "میرے والد کی دو بیویاں تھیں، کنتی اور مادری۔ میں کنتی کا بیٹا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ مادری کا ایک بیٹا زندہ رہے۔ اس لیئے میں نکولا کی زندگی مانگتا ہوں۔"

"مجھے تم پر فخر ہے، یودھیشٹھر! آپ واقعی ایک اعلیٰ شخصیت ہیں، آپ اپنے ہر کام میں دھرم کی پیروی کرتے ہیں۔ اس لیے میں آپ کے تمام بھائیوں کی جانیں واپس دے رہا ہوں،" یکش نے کہا، اور غائب ہو گیا۔

راجاجی کے مہابھارت کی دوبارہ بیان کردہ اقتباسات کے ساتھ موافقت

© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

ہم کون ہیں؟

میں زمین پر ایک لکیر ہوں۔
جس کی کوئی ابتدا اور کوئی انتہا نہیں۔
لیکن بہت سے داخلی اور خارجی راستوں کے ساتھ

میں روزانہ کئی بار آگے پیچھے جاتا ہوں۔
میں بہت سے چہرے دیکھتا ہوں جو بدلتے رہتے ہیں۔
میں لوگوں کو اٹھا کر چھوڑتا ہوں۔
اور اپنے مقاصد تک پہنچنے میں ان کی مدد کروں۔

میرے پاس بازو نہیں ہیں۔
میرے پاس دم نہیں ہے۔
میں پانی سے گزرتا ہوں۔
میرے بادبان میں ہوا کے ساتھ

وہ کبھی الگ نہیں ہوں گے۔ لیکن وہ دوست نہیں ہیں۔
وہ کبھی نہیں ملیں گے۔ لیکن وہ دشمن نہیں ہیں۔

کچلتے ہوئے روندتا ہوں
میں تمہیں چکر لگاتا ہوں۔
تم مجھے ایمانداری سے لے جاؤ
اوپر کی طرف۔ اور نیچے!

دوڑنا، دوڑنا، شور مچا کر دوڑنا
دو لائنوں پر چل رہا ہے، وو، وو!
جنگل، پہاڑوں اور ندیوں کو عبور کرنا
گاؤں میں رک رہا ہے! وو، وو!
ہیلو! الوداع! وو، وو!
آپ مجھے لات مارو، مجھے جانے کے لیے!

دو گول پہیے مڑ رہے ہیں۔
دو مضبوط گردنیں کھینچ رہی ہیں۔
آٹھ لمبی ٹانگیں چلتی ہیں۔
ایک محتاط کسان رہنمائی کر رہا ہے۔

یہاں یہ آتا ہے، راستہ اوپر
اس کے پروں کو دیکھو، چمکتے ہوئے
اس کی دم، لمبی اور سیدھی ہے۔
وہاں یہ جاتا ہے- دور، دور!

میں آپ کی توجہ حاصل کرنے کے لیے چیختا ہوں ۔

پھر میں آپ کے کان میں سرگوشی کرتا ہوں ۔

میں آپ کی ہر بات مان لیتا ہوں ۔

اور واپس دوں

جب آپ "پلے" دبائیں

میں دور سے آتا ہوں ۔

میں نے یہاں تک پہنچنے کے لیے کتنا سفر کیا ہے !

تم مجھ سے ملنے کے لیے بھاگو

امید، اچھی خبر کے لئے تڑپ

مجھے خریدنے کے بعد، میں پھنس جاتا ہوں ۔

اور میں پھنس جانے کے بعد، مجھے روکا جاتا ہے !

میری دم لمبی ہے- اس کے بال نہیں ہیں !

یہ ہوا سے سگنل پکڑتا ہے ۔

آپ کو ہر جگہ سے خبریں پہنچانے کے لیے

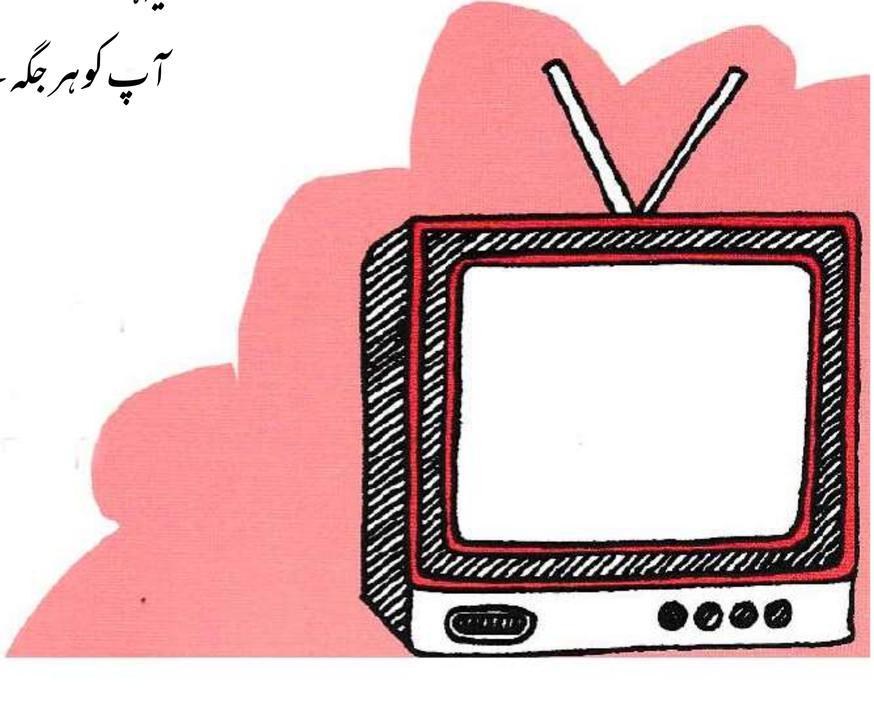

سفر کے ساتھ دھول

میں آپ کے دروازے پر پہنچتا ہوں ۔

آپ مجھے اندر لے آئیں

اور میری باتوں میں پیئیں

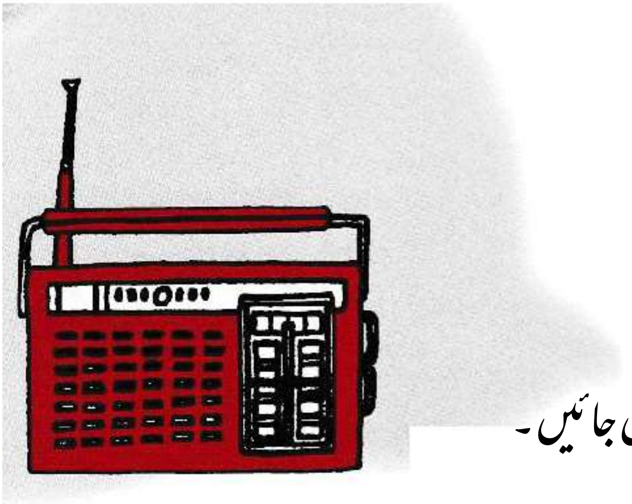

اس جادوئی خانے میں
ہم وسیع دنیا کو دیکھ سکتے ہیں!

دور سے پیغامات
اس روشن خانے میں گھل مل جائیں۔
اور پھر آگے بڑھیں۔

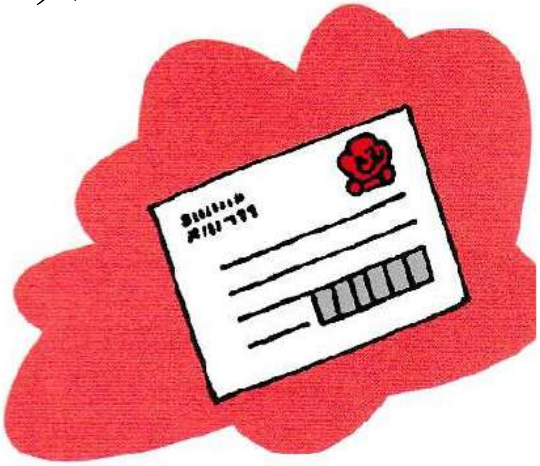

میں ایک خط ہوں جسے آپ بھیج سکتے ہیں۔
ایک بٹن کے کلک کے ساتھ

میں صبح کے سورج کے ساتھ آتا ہوں۔
آپ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہیں
آپ میرے ارد گرد اشتراک کر سکتے ہیں
لیکن صرف اس کے بعد جب آپ اپنا پیٹ بھر چکے ہیں۔۔
ہر ایک کے لیے میرے پاس ہمیشہ بہت کچھ ہوتا ہے۔

سڑک، بس، کشتی، ریلوے ٹریک، سائیکل، ٹرین، سکوٹر، بیل گاڑی، ہوائی جہاز، ٹیلی فون، آڈیو ریکارڈر، ڈاکیا، ڈاک ٹکٹ، ریڈیو، خط، ، ٹیلی ویژن، پوسٹ باکس، ای میل، اخبار

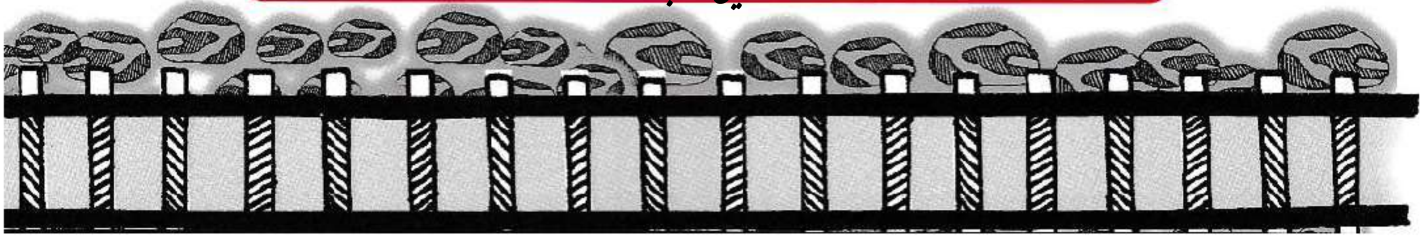

© Katha Jharna 2008
Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi
L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem
Artist Uma Krishnaswamy

ٹوٹوچان

ایک زمانے میں جاپان میں ایک بہت ہی غیر معمولی اسکول تھا۔ ٹوٹوچان نامی ایک چھوٹی لڑکی نے وہاں تعلیم حاصل کی۔ بعد میں اس نے اسکول کے بارے میں ایک کتاب لکھی۔ وہ چاہتی تھی کہ سب اس کے بارے میں جانیں۔ اسے لگا کہ اس کی زندگی بدل گئی ہے۔ اسکول کا نام ٹوموگا کوئن تھا۔ لیکن کتاب کا نام ٹوٹوچان : دی لٹل گرل ایٹ دی ونڈو تھا۔

اس نے اپنی کتاب کو ٹوموگا کوئن نہ کہ ٹوٹوچان نام کیوں کہا؟ اس نے اپنی کتاب کو؟
ٹھیک ہے، آپ کون سا اٹھائیں گے، سب سے پہلے اسکول کے بارے میں کتاب، یا کھڑکی پر بیٹھی ایک چھوٹی بچی کے بارے میں کتاب؟

ٹوموگا کوئن اسکول میں گیٹ پوسٹوں کے لیئے دو پودے تھے۔ تصور کریں، جڑوں اور پتوں کے ساتھ گیٹ پوسٹس! سکول گراؤنڈ کے چاروں طرف کوئی دیوار نہیں تھی۔ بجائے مزید درخت! درخت، اوران کے قریب، بچھے ہوئے پھول۔

اتنی سرحد کے اندر، کیا کلاس کے کمرے بھی خاص نہیں تھے؟ وہ تھے! اسکول کے تمام کلاس کے کمرے پرانی ریل روڈ کی کاریں تھیں۔

چھ کاریں تھیں، ہر کلاس کے لیئے ایک۔ ان کاروں کو صاف اور دوبارہ پینٹ کیا گیا تھا۔ وہ رول کرنے کے لئے تیار لگ رہے تھے! لیکن اندر یہ سب میزوں اور کرسیوں اور بلیک بورڈز سے آ راستہ تھیں۔

ٹوٹوچان اپنے کلاس روم کی کھڑکی پر بیٹھ کر باہر دیکھ سکتی تھی۔ وہ ٹرین کے چلنے کا تصور کر سکتی تھی۔ ہر قسم کے مناظر ذہن میں چمک اٹھیں گے۔ لیکن اس نے ایک بہت ہی غیر معمولی وجہ سے اکثر ایسا نہیں کیا: وہ اپنے اسباق کو یاد نہیں کرنا چاہتی تھی!

ٹوموگاکوئن اسکول کے اسباق خوش کن تھے! سب سے پہلے، اساتذہ بلیک بورڈ پر موضوعات کی فہرست لکھیں گے۔ پھر بچے خود انتخاب کرتے کہ کیا پڑھنا ہے۔

ٹوٹوچان کی پہلی جماعت کی کلاس میں، تمام بچوں نے مختلف چیزیں کیں۔ کچھ نے حروف تہجی لکھنے کی مشق کی۔ ایک لڑکی ہمیشہ پڑھتے ہوئے ملتی تھی۔ دوسرے بچوں نے تصویریں بنائیں۔ کچھ نے ورزش بھی کی۔ ان سب نے گہری توجہ کے ساتھ کام کیا۔ ٹوٹوچان کے اسکول بیں کبھی کوئی بور نہیں ہوا!

بعض اوقات اسکول کے میدان سے باہر بھی سرگرمیاں ہوتیں۔ اساتذہ اکثر طلباء کو کلاس کی سیر پر لے جاتے۔ راستے کے ساتھ ساتھ ایک بہتی ندی تھی۔ راستہ چیری کے درختوں سے سایہ دار تھا۔ یہ ایک قریبی مندر کی طرف لے گیا۔

مندر میں، طالب علم تالاب کے ارد گرد گھومتے تھے. وہ وہاں موجود چھوٹے سیاہ کنکروں کے ساتھ ہاپوٹاپو کھیلتے۔ وہ بڑے بڑے مجسموں کو حیرت سے دیکھتے۔

استاد انہیں کھیلنے دیتے جب تک کہ وہ تھک نہ جائیں۔ کلاس چہل قدمی ہمیشہ ٹوٹوچان کی پسندیدہ تھی!

کبھی کبھی پورااسکول آڈیٹوریم میں خیمے لگاتا۔ وہ رات وہیں گزاریں گے۔ ان راتوں میں اسکول کے پچاس طلباء میں سے تقریباً سبھی آتے۔

ایک دن ہیڈ ٹیچر نے طالب علموں سے کہا، "میں آپ کا امتحان لینے جا رہا ہوں، یہ بہادری کا امتحان ہوگا۔ آپ میں سے کچھ بھوت کا کردار ادا کریں گے، آپ مندر کے میدان میں چھپ جائیں گے۔ باقی آپ "بھوتوں" کو ڈھونڈنے جائیں گے۔

"کون بھوت بننا چاہتا ہے؟" اس نے پوچھا. سات بچوں نے ہاتھ اٹھائے۔

امتحان کا دن آگیا۔ شام کو بچوں نے آڈیٹوریم میں خیمے لگائے۔ "بھوت" بچوں نے اپنے بھوتوں کا لباس زیب تن کیا۔ وہ چھپنے کی جگہیں ڈھونڈنے کے لیے مندر کے میدان میں گئے۔

جاتے ہوئے انہوں نے دوسرے طلباء سے منہ موڑ لیا۔ "ہم واقعی آپ کو ڈرانے جا رہے ہیں!" انہوں نے کہا. اب دوسرے گروپوں میں بٹ گئے۔ انہوں نے یہ کام چٹان، کاغذ، کینچی کھیل کر کیا۔ ٹوٹو چان پانچ کے گروپ میں تھی۔

استاد نے بھوتوں کے شکار کرنے والوں سے کہا، "اگر تم پورا امتحان نہیں دے سکتے، تو ٹھیک ہے۔ باقی سب کی طرح اسکول واپس آؤ۔"

(ٹوموگا کوئن اسکول کے بارے میں سب سے اچھی بات یہ تھی کہ طالب علموں کو کبھی بھی امتحان میں ناکامی کی سزا نہیں دی جاتی تھی!)

یہ وقت آگیا تھا. وہ جانے کے لیے تیار تھے۔ گروہ "بھوتوں" سے ملنے کے لیے نکلے۔ ٹوٹو چان کا گروپ آہستہ آہستہ چل پڑا۔ اندھیرے نے انہیں گھیر لیا۔ کچھ بچے کانپنا نہ روک سکے۔ "اوہ!" جب ہوا درختوں میں جھلس گئی۔ اگر وہ اپنے قدم کھوتے ہیں، تو وہ سوچتے ہیں، "ایک بھوت نے مجھے پھنسایا!" اگر کسی دوست نے ان کا ہاتھ پکڑا تو انہوں نے اسے جھٹکا دیا۔ "یہ بھوت کا ہاتھ ہے!" انہوں نے سوچا۔

جلد ہی ان کے پاس سب کچھ کافی تھا۔ ٹوٹوچان اپنے گروپ کے ساتھ اسکول واپس بھاگی۔ دوسرے گروہوں کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں! اور مزید گروپس پہلے سے موجود تھے! کیا بچوں میں سے کوئی بھوت ڈھونڈنے گیا؟

تھوڑی دیر بعد ایک "بھوت" دوڑتا ہوا آیا۔ یہ ایک چھوٹا لڑکا تھا۔ وہ رو رہا تھا۔ کوئی اسے ڈھونڈنے نہیں آیا تھا۔ تو وہ ڈر گیا۔ ایک استاد نے اسے مندر کے پاس کھڑا دیکھا اور اسے واپس اسکول لے آیا۔

تبھی ایک اور "بھوت" روتا ہوا بھاگا۔ وہ ایک بھوت شکاری کے ساتھ تھا۔ اور وہ بھی رو رہا تھا! "بھوت" نے بھوت شکاری کو آتے سنا تھا۔ وہ اسے ڈرانے کے لیئے باہر کود پڑا تھا۔ لیکن وہ دونوں ایک دوسرے سے ٹکرا گئے تھے! وہ دونوں گھبرا گئے! جب یہ کہانی سنائی گئی تو باقی سب بچے ہنس پڑے۔ جلد ہی "بھوت" بھی ہنسنے لگے۔

آخری آنے والا اخباروں سے بنے لباس میں ایک "بھوت" تھا۔ بہت غصہ آیا۔ "کوئی مجھے ڈھونڈنے کیوں نہیں آیا؟" اس نے پوچھا۔

بچے کے بازو اور ٹانگیں مچھر کے کاٹنے سے ڈھکی ہوئی تھیں۔ "دیکھو!" بچوں کو ہنسایا۔ "مچھر سے کاٹا ہوا بھوت!" بیچارہ "بھوت" ان کے ساتھ ہنسنے میں مدد نہیں کر سکتا تھا۔

اس دن سے ٹوٹوچان اور نہ ہی اس کے اسکول کے ساتھی بھوتوں سے ڈرتے تھے۔ کیونکہ، سب کے بعد، بھوت بھی ڈر سکتے ہیں!

ٹتسوکو کیورویانگی کی طرف سے ڈوروتھی برٹن کی یادداشت کے ترجمے سے اخذ کردہ۔ آرٹسٹ : چیھوروایواساکی

© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

Urdu Mohammad Naseem

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Artist Uma Krishnaswamy

یادیں

پیاری منجو،

میں نے ابھی گاندھی جی کی سوانح عمری، "دی سٹوری آف مائی ایکسپریمنٹس ویدھ ٹروتھ" پڑھی ہے۔ یہ بہت دلچسپ ہے!

کتاب ان چیزوں کے بارے میں بات کرتی ہے جو گاندھی جی کے شروعاتی دنوں میں ہوئیں- سالٹ مارچ اور ہندوستان چھوڑو تحریک سے پہلے جن کے بارے میں ہم نے اسکول میں پڑھا تھا۔ میں نے اس کتاب سے گاندھی جی کی زندگی کے بارے میں بہت کچھ سیکھا۔

ان کا بچپن بہت دلچسپ تھا! ہر تجربے نے ان پر گہرا اثر چھوڑا۔ مثال کے طور پر، جب وہ تقریباً بارہ سال کے تھے، انھوں نے شراون کے بارے میں ایک کتاب پڑھی۔ کیا آپ نے شراون کے بارے میں سنا ہے؟ اس کے والدین نابینا تھے۔ وہ ہر چیز کے لیئے ان پر انحصار کرتے تھے۔ اور شراون نے خود کو ان کی بھلائی کے لیئے وقف کر دیا۔ نوجوان گاندھی جی نے شراون کے بارے میں ایک تصویری شو بھی دیکھا۔ تصویروں میں دکھایا گیا ہے کہ شراون اپنے والدین کو کندھوں پر لکڑی کے کھمبے سے لٹکائے ہوئے ٹوکریوں میں لے جا رہا ہے!

شراون کی کہانی نے گاندھی جی کو بہت متاثر کیا۔ انھوں نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنے والدین کے لیئے شراون کے برابر محبت کے ساتھ وقف کر دینگے۔

ایک اور کہانی جس نے گاندھی جی کو دل کی گہرائیوں سے متاثر کیا وہ ہریش چندر کی کہانی تھی۔ اپنے والد کی اجازت سے وہ ان کے بارے میں ایک ڈرامہ دیکھنے گیئے۔ گاندھی جی بار بار اس ڈرامے کو دیکھنے گئے۔ انھوں نے ایک بار بھی بور محسوس نہیں کیا! کہانی کے مناظر ان کے ذہن میں منطقل ہو گئے۔ وہ ہر وقت ان کے بارے میں سوچتے تھے۔

ہریش چندر نے کتنی تکلیفیں برداشت کیں! اس کا پورا خاندان غلامی میں بک گیا! پھر بھی وہ اپنی بات سے کبھی پیچھے نہیں ہٹے۔ گاندھی جی ان جیسا بننا چاہتے تھے۔ "ہریش چندر کی طرح سب کو سچا کیوں نہیں ہونا چاہیے؟" انھوں نے تعجب کیا. یہ سوال دن رات ان کے ذہن میں سوار رہتا تھا۔

گاندھی جی اپنی کتاب میں کہتے ہیں کہ ہریش چندر اور شراون دونوں ان کے بعد کے سالوں میں بھی ان کے لیئے حقیقی، زندہ انسان تھے۔

گاندھی جی نے ایک اور بات کا ذکر کیا جو وہ اسکول میں تھے۔ لیکن یہ بالکل مختلف تھے۔ انھوں نے کچھ ایسے کام کیئے جن کا انھیں بعد میں بہت پچھتاوا ہوا۔

ہائی اسکول میں گاندھی جی کا ایک خاص دوست تھا جسے دوسرے لوگ ناپسند کرتے تھے۔ سب نے گاندھی جی کو ان سے دور رہنے کو کہا۔ کہنے لگے یہ لڑکا برے راستوں میں پڑ گیا ہے۔ لیکن گاندھی جی نے کوئی توجہ نہیں دی۔ انھوں نے بس نہیں سنی۔

آہستہ آہستہ لیکن یقینی طور پر اس دوست کا گاندھی جی پر گہرا اثر ہوا۔ ان کا ذہن بدلنے لگا۔ جب دونوں لڑکے اکٹھے تھے تو انھوں نے کچھ ممنوع کام کرنے کی کوشش کی۔ وہ سگریٹ وغیرہ پیتے تھے۔

اس دوستی کے ختم ہونے کے بعد بھی گاندھی جی وہ کام کرتے رہے جو وہ جانتے تھے کہ غلط تھے۔ انھوں نے پیسے بھی چرائے!

لیکن آخر کار انکا ضمیر باغی ہو گیا۔ گاندھی جی اس ہنگامہ کو بیان کرتے ہیں جس نے اس دور کے آخر میں ان کے ذہن کو بھر دیا۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ اس کی برداشت سے زیادہ ہو گیا۔ انھوں نے پھر کبھی چوری نہ کرنے کا عزم کیا۔ اور انھوں نے اپنے باپ کے سامنے اعتراف کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ ان کے اپنے الفاظ ہیں!

مجھ میں بولنے کی ہمت نہیں تھی ۔۔۔۔۔۔۔ میں اس درد سے ڈرتا تھا کہ ہیں اسے لاؤں ۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ خطرہ مول لینا چاہیئے ۔ کہ اقرار کے بغیر صفائی نہیں ہو سکتی ۔

میں نے آخر میں فیصلہ کیا کہ اعتراف جرم لکھوں ، اسے اپنے والد کو پیش کروں ، اور ان سے معافی مانگوں ۔ میں نے اسے کاغذ کی پرچی پر لکھا اور خود انھیں دے دیا ۔ اس نوٹ میں نہ صرف میں نے اپنے جرم کا اعتراف کیا بلکہ میں نے اسکے لیئے مناسب سزا مانگی ، اور ان سے درخواست کی کہ وہ میرے جرم کی سزا خود کو نہ دیں ۔ میں نے بھی اپنے آپ سے عہد کیا کہ آئندہ کبھی چوری نہیں کروں گا ۔

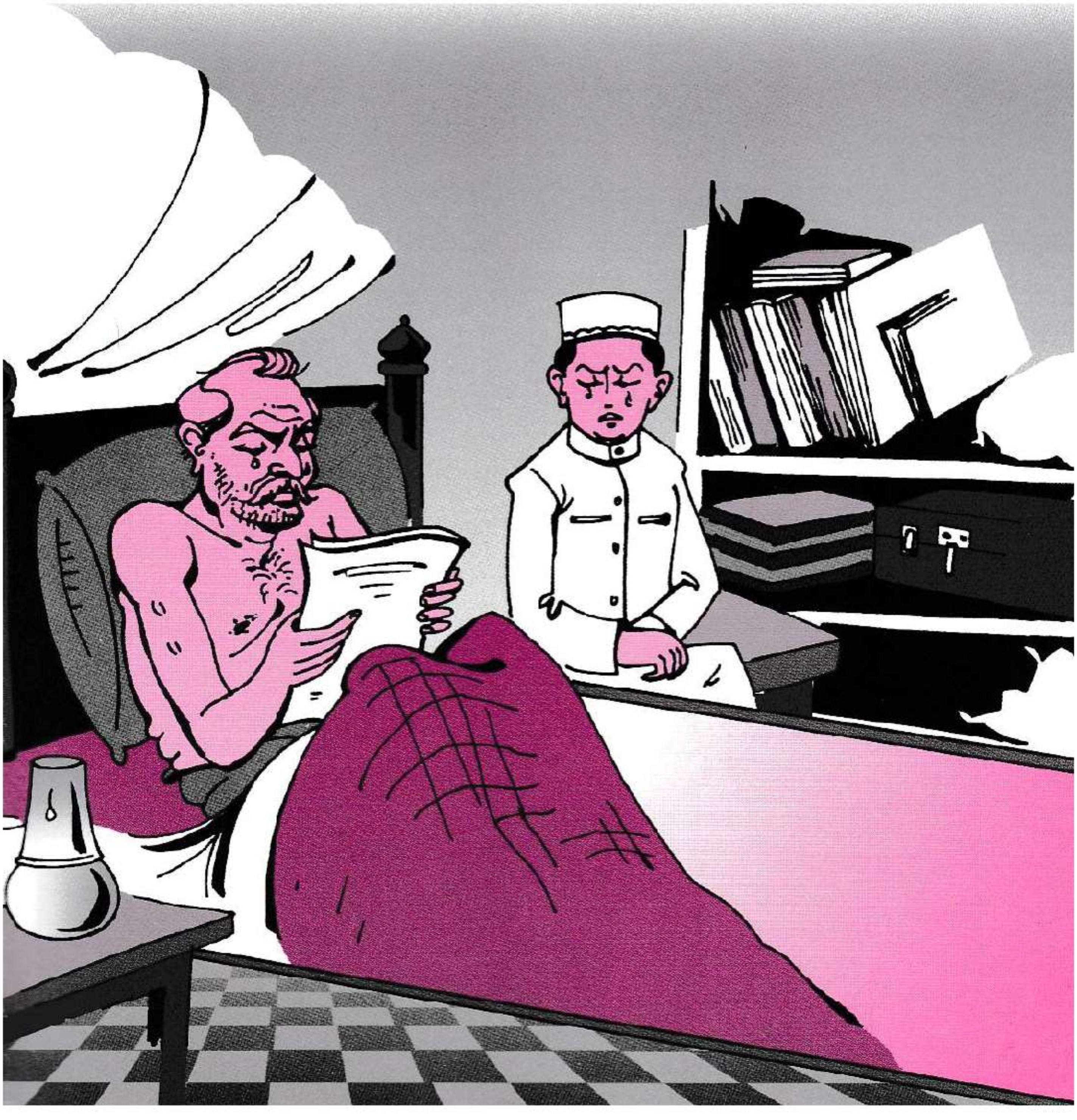

میں اپنے والد کے حوالے کرتے ہوئے کانپ رہا تھا۔ اس وقت وہ ناسور میں مبتلا تھے اور بستر تک محدود تھے۔ انکا بستر ایک سادہ سا لکڑی کا تختہ تھا۔ میں نے انھیں نوٹ دیا اور تختے کے سامنے بیٹھ گیا۔

انھوں نے اسے پڑھا، اور موتی کے قطرے ان کے گالوں پر ٹپکتے ہوئے کاغذ کو گیلا کرتے رہے۔ ایک لمحے کے لیئے انھوں نے سوچ میں آنکھیں بند کیں اور پھر نوٹ پھاڑ دیا۔ وہ اسے پڑھنے بیٹھے تھے۔ وہ پھر لیٹ گیئے۔ میں بھی رو پڑا۔ میں اپنے والد کی اذیت کو دیکھ سکتا تھا۔ اگر میں مصور ہوتا تو آج پورے منظر کی تصویر کھینچ سکتا تھا۔ یہ اب بھی میرے ذہن میں بہت واضح ہے۔

محبت کے ان موتیوں کے قطروں نے میرے دل کو صاف کیا، اور میرے گناہ کو دھوڈالا۔ صرف وہی جانتا ہے جس نے ایسی محبت کا تجربہ کیا ہے کہ یہ کیا ہے۔

یہ میرے لیئے اہنسا میں ایک عبرت ناک سبق تھا۔ تب میں اس میں باپ کی محبت سے زیادہ کچھ نہیں پڑھ سکتا تھا، لیکن آج میں جانتا ہوں کہ یہ خالص اہنسا تھی۔ جب ایسی اہنسا سب کو اپنانے والی بن جاتی ہے، تو یہ ہر چیز کو بدل دیتی ہے جو اسے چھوتی ہے۔ اس کی طاقت کی کوئی حد نہیں۔

© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi **Urdu** Mohammad Naseem

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi **Artist** Uma Krishnaswamy

وکرمادتیہ کا تخت

پرانے زمانے میں اجین ہندوستان کے عظیم شہروں میں سے ایک تھا۔ بہت سے دانشور اور شاعر وہاں آئے۔ عظیم کالی داس خود ایک وقت کے لیئے اجین میں رہے۔ یہ وکرمادتیہ کے دور میں تھا۔ یہ ایک شاندار دور تھا!

وکرمادتیہ ایک طاقتور اور نیک بادشاہ کے طور پر دور دور تک جانا جاتا تھا۔ اس کے لوگ اس سے محبت کرتے تھے اس بے پناہ شفقت کے لیئے جو اس نے سب کے ساتھ ظاہر کی۔ لیکن جس خوبی نے وکرمادتیہ کو دیرپا شہرت دی وہ اس کا اچھا فیصلہ تھا۔ جب بھی اس نے جھگڑا سنا تو تمام فریق مطمئن ہو کر چلے گئے۔ ان کے تلخ جذبات کو سکون ملا اور وہ جانتے تھے کہ انصاف ہو گیا ہے۔

وکرمادتیہ کی سلطنت کئی سالوں تک ترقی کرتی رہی۔ لیکن افسوس کہ اجین بھی وقت کے تابع تھا۔ آخر کار اس کی حویلیوں اور میناروں کو برابر کر دیا گیا۔ گھاس اور جھاڑیاں سب پر آزادانہ طور پر اگ گئی تھیں۔ وکرمادتیہ خود صرف بادشاہوں کے ذہنوں میں، لوک کہانیوں میں، اور پہلے پیدا ہونے والے بیٹوں کے نام کے طور پر رہ گیا تھا۔

لیکن اچھے بادشاہ بھوجا کے دور میں اس کی یاد پھر سے زندہ ہو گئی۔ یہ مندرجہ ذیل طریقے سے ہوا:

ایک دفعہ کچھ چرواہے میدان میں اکٹھے کھیل رہے تھے۔ وہاں بہت سے پتھر اور مٹی کے ٹیلے تھے۔

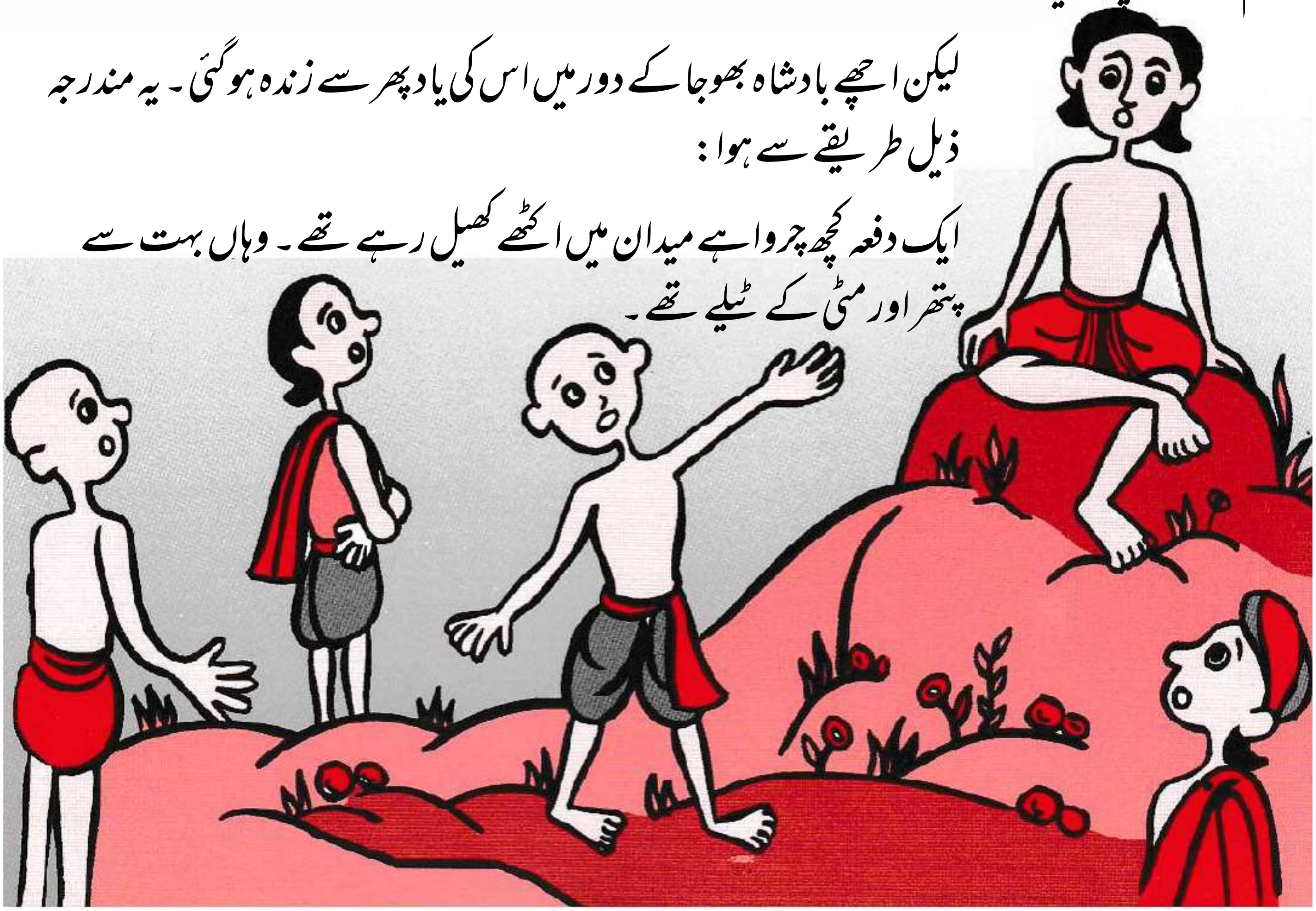

لڑکے ٹیلے پر چڑھتے یا چٹانوں کے درمیان چھپا چھپی کھیلتے۔

ایک ٹیلہ باقیوں سے اونچا تھا۔ یہ پھولوں اور نرم ہریالی میں ڈھکا ہوا تھا۔ ایک بادشاہ کے لیئے بیٹھک! ایک لڑکا بھاگ کر اس کے اوپر آ کر بیٹھ گیا۔ کھیل میں، اس نے اپنے دوستوں سے کہا، "میں جج ہوں! اپنے تنازعات میرے پاس لے آوَ! "

باقی بچے خوش ہو گئے۔ انہوں نے سر جوڑ کر ایک کیس سوچا۔ دو لڑکے ٹیلے کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ "معزز ترین جج صاحب! ایک نے کہا. "میں اور میرا پڑوسی اپنی زمین کی سرحدوں پر متفق نہیں ہو سکتے۔ براہ کرم ہمارا تنازعہ طے کر لیں۔"

اچانک ٹیلے پر پڑا لڑکا بدل گیا! اس نے ایک حقیقی جج کی طرح دیکھا اور آواز دی۔ اور اس نے منصفانہ فیصلہ دیا۔

کیا شاندار کھیل ہے! بچے اپنے دوست کے پاس مزید کیس لائے۔ ان کو حل کرنے میں، لڑکا برسوں اور تجربے کے ساتھ ایک عقلمند کی طرح بولا۔ سب متوجہ تھے۔ وہ نیا کھیل کھیلتے رہے جب تک کہ گھر جانے کا وقت نہ ہو گیا۔

اب جج اپنی کرسی سے نیچے کود گیا۔ وہ پھر سے چھوٹا لڑکا بن گیا۔ وہ ہنسا اور اپنے دوستوں کے ساتھ مذاق کیا۔ وہ اس طرح جدا ہوئے جیسے ایک عام دن کے اختتام پر۔ لیکن یہ کوئی عام دن نہیں تھا!

اس کے بعد سے اگر ان کے درمیان کوئی حقیقی جھگڑا ہو جاتا تو بچے اسی لڑکے کو حل کرنے کے لیئے کہتے۔ وہ اس جگہ جائیں گے اور وہ ایک منصفانہ فیصلہ سنائے گا۔

معجزے کی خبر پھیل گئی۔ لوگ اپنے جھگڑے لڑکے تک پہنچانے لگے۔ وہ ٹیلے کے اوپر بیٹھ کر ہر معاملے کو حل کرتا۔ اختلاف کرنے والے ہمیشہ مطمئن ہو کر چلے گئے۔

یہ سب کچھ جلد ہی بادشاہ بھوجا کے کانوں تک پہنچا۔ اس نے ایک دم سچائی کا اندازہ لگایا : "وہ لڑکا ضرور وکرمادتیہ کے تخت پر بیٹھا ہوگا!" اس نے اپنے آدمیوں کو ٹیلے کو کھودنے کے لیے بھیجا۔ یقینی طور پر، انہیں ایک تخت ملا۔ اس کی بنیاد کے ارد گرد 25 دیویوں کی مورتیاں کھدی ہوئی تھیں جن کے پنکھ اڑنے کے لیے تیار تھے۔

بادشاہ نے سوچا، "اگر میں اس تخت پر بیٹھوں گا، تو یقیناً وکرمادتیہ کی مہربانی مجھ پر قائم ہو جائے گی۔ میں تمام تنازعات کا دانشمندی سے فیصلہ کروں گا اور اپنے فیصلوں میں منصفانہ اور رحمدل رہوں گا۔"

تخت شہر میں لایا گیا۔ ایک طویل جلوس نے اسے محل تک پہنچایا۔ موسیقار اور گلوکار اور رقاص اس کے ساتھ تھے۔ وکرمادتیہ کے معجزاتی فیصلے کی نشست کو دیکھنے کے لیے لوگوں کا ہجوم تھا۔

یہ ایک مبارک دن تھا۔ جس میں اعلیٰ شخصیات نے شرکت کی۔ تمام نظریں اس پر ڈال کر بادشاہ تخت کی طرف بڑھ گیا۔

تبھی ایک کھدی ہوئی دیوی بلند آواز میں بولی۔ "رکو!" اس نے کہا. "وکرمادتیہ کے تخت پر بیٹھنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لو۔ کیا تم اس اعزاز کے لائق ہو؟"

بادشاہ ہچکچایا۔

دیوی نے پوچھا، "کیا تم کسی اور بادشاہ کے علاقے پر قبضہ کرنے کی تمنا کر رہے ہو؟"

"ہاں، میرے پاس ہے،" بادشاہ نے کہا۔ "میں دیکھ رہا ہوں کہ میں اس قابل نہیں ہوں۔"

"تین دن انتظار کرو،" دیوی نے کہا۔ "انہیں روزے اور مراقبہ میں خرچ کرو۔ پھر دوبارہ کوشش کرو۔" وہ اپنے تراشے ہوئے پروں کو پھیلا کر اڑ گئی۔

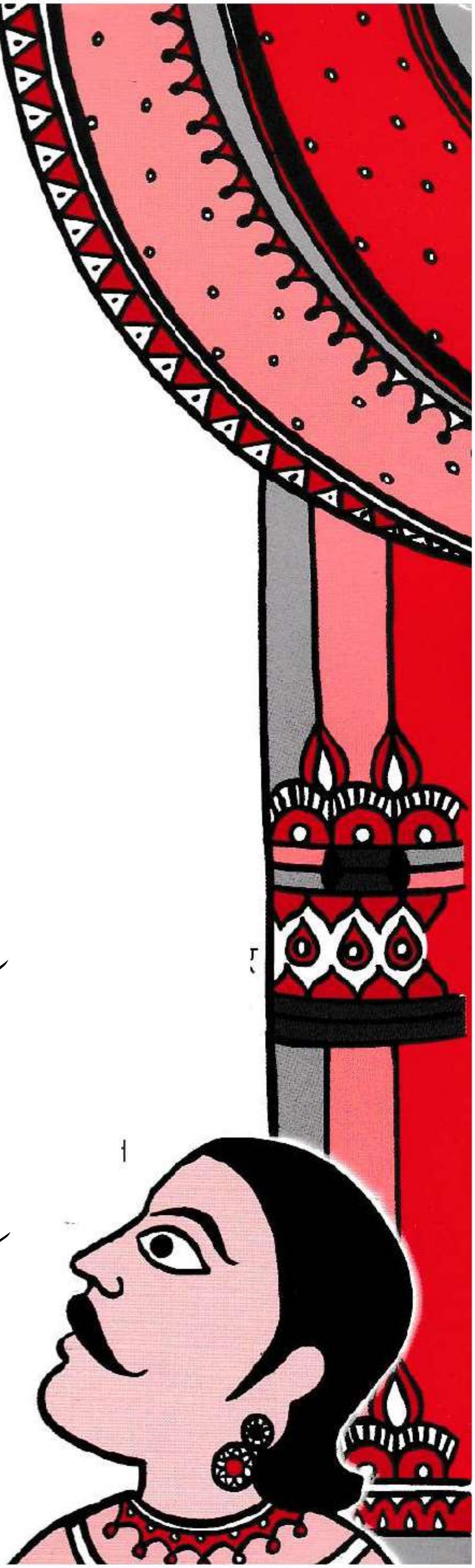

تین دن کے مراقبہ اور روزے کے بعد بادشاہ ایک بار پھر تخت پر بیٹھ گیا۔ ایک اور کھدی ہوئی دیوی نے اسے رکنے کا حکم دیا۔ "کیا تم وکرمادتیہ کے تخت پر چڑھنے کے قابل ہو؟" بادشاہ پھر سے ہچکچاتا ہے۔

"کیا تم کسی دوسرے آدمی کی دولت حاصل کرنے کی خواہش رکھتے ہو؟" دیوی نے پوچھا۔ "ہاں، میرے پاس ہے،" اس نے کہا۔ "میں دیکھ رہا ہوں کہ میں اس قابل نہیں ہوں۔"

"تین دن انتظار کرو،" دیوی نے کہا۔ "انہیں روزے اور مراقبہ میں خرچ کرو۔ پھر دوبارہ کوشش کرو۔" وہ اڑ گئی۔

تو تقریباً ایک سو دن گزر گئے! اب، ایک ہی کھدی ہوئی دیوی رہ گئی تھی۔ اس نے بادشاہ سے پوچھا "کیا تمہارا دماغ بچے کی طرح ہے؟"

"نہیں ایسا نہیں ہے،" اس نے جواب دیا۔

یہ سن کر دیوی نے تخت اٹھایا اور آسمان کی طرف اڑ گئی۔ اور یہ آخری بار تھا جب وکرمادتیہ کا تخت انسانی آنکھوں نے دیکھا تھا۔

اچھا بادشاہ بھوجا اکثر وکرمادتیہ کے تخت کی پہیلی پر غور کرتا تھا۔ یہ کیسے ہوا کہ ایک چھوٹا سا چرواہا تخت پر چڑھ سکتا تھا، لیکن بادشاہ نہیں؟ آخر کار وہ سمجھ گیا:

صرف وہی شخص جو دل کا خالص ہو، بچے کے صاف ذہن کے ساتھ، حقیقی معنوں میں بلند ہو سکتا ہے۔ اور صرف ایسا ہی وکرمادتیہ کے تخت پر بیٹھ سکتا تھا۔

سسٹر نویدیتا کی کہانی پر مبنی

© Katha Jharna 2008
Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation
P. Saraswati V. Vijayakanthi
Urdu Mohammad Naseem
L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi
Artist Uma Krishnaswamy

دیکھنے کے لیے تین دن

ہیلن کیلر(1968-1880) وہ اندھی اور بہری تھیں جنھوں نے اپنی زندگی انسانیت کی خدمت کے لیے وقف کردی تھی۔

ہیلن نے بینائی کے بغیر زندگی گزارنے کے بارے میں کئی مضامین لکھے۔ یہاں ان میں سے ایک کے کچھ اقتباسات ہیں، جنھیں "دیکھنے کے تین دن" کہا جاتا ہے۔

حال ہی میں میری ایک بہت اچھی دوست نے ملاقات کی جو ابھی ابھی جنگل میں لمبی سیر سے واپس آئی تھی، اور میں نے اس سے پوچھا کہ اس کے پاس کیا ہے؟

مشاہدہ کیا "خاص طور پر کچھ نہیں،" اس نے جواب دیا۔

یہ کیسے ممکن تھا، میں نے اپنے آپ سے پوچھا، ایک گھنٹہ پیدل چلوں اور کوئی قابل توجہ چیز نہ دیکھوں؟ میں جو نہیں دیکھ سکتی وہ صرف چھونے سے میری دلچسپی کے لیے سینکڑوں چیزیں تلاش کرتا ہے۔ مجھے پتی کی نازک ہم آہنگی محسوس ہوتی ہے۔ میں بھوج پتر کی ہموار جلد، یا دیوار کی کھردری، کھردری چھال کے بارے میں پیار سے ہاتھ پھیرتی ہوں۔ موسم بہار میں میں درختوں کی شاخوں کو چھوتی ہوں امید ہے کہ کسی کلی کی تلاش میں ہوں، جو کہ موسم سرما کی نیند کے بعد فطرت کے بیدار ہونے کی پہلی علامت ہے۔ کبھی کبھار، اگر میں بہت خوش قسمت ہوں، میں ایک چھوٹے سے درخت پر آہستہ سے ہاتھ رکھتی ہوں اور پورے گانے میں پرندے کی خوش کن ترکش محسوس کرتی ہوں۔

کبھی کبھی میرا دل یہ سب دیکھنے کی آرزو سے روتا ہے۔ اگر چھونے سے اتنی لذت حاصل ہو جائے تو اور کتنی خوبصورتی نظر سے آشکار ہو جائے۔ میں نے تصور کیا ہے کہ اگر مجھے اپنی آنکھوں کا استعمال دیا جائے تو مجھے سب سے زیادہ کیا دیکھنا چاہیئے۔ اوہ، وہ چیزیں جو مجھے دیکھنا چاہیئے کہ اگر میں صرف تین دن کے لئے بینائی کی طاقت رکھتی ہوں!

پہلا دن بہت مصروف ہوگا۔ میں اپنے تمام پیارے دوستوں کو اپنے پاس بلانا چاہوں اور ان کے چہروں کو دیر تک دیکھنا چاہوں، جو ان کے اندرونی خوبصورتی کا ظاہری ثبوت میرے ذہن پر نقش کرتا ہے۔

میں اپنے دوستوں کو صرف ان کے چہرے کے احساس سے جانتی ہوں ۔ میں اپنی انگلیوں کے ذریعے چہرے کا خاکہ 'دیکھ' سکتی ہوں ۔ میں ہنسی ، غم ، اور بہت سے دوسرے واضح جذبات کا پتہ لگا سکتی ہوں ۔ لیکن میں نہیں جانتی کہ ایک دوست کے دل میں ان کی آنکھوں کے ضریعہ ، 'روح کی کھڑکیوں' سے دیکھنا کیا ہے ۔

سب سے پہلے میں اپنے پیارے استاد کے چہرے پر لمبی نظروں سے دیکھنا چاہوں ، جو بچپن میں میرے پاس آئے اور میرے لیے بیرونی دنیا کھول دی ۔ میں اس کی آنکھوں میں کردار کی وہ طاقت دیکھنا چاہوں گی جس نے اسے مشکلات کا سامنا کرنے کے قابل بنایا ہے ، اور پوری انسانیت کے لیے وہ ہمدردی جو انھوں نے مجھ پر اکثر ظاہر کی ہے ۔ میں وہ کتابیں دیکھنا چاہوں جس نے مجھ پر انسانی زندگی اور انسانی روح کے سب سے گہرے ذرائع کا انکشاف کیا ہے ۔ اور میں اپنے کتوں کی وفادار ، بھروسہ کرنے والی آنکھوں میں جھانکنا چاہوں جن کی گرمجوشی ، نرم اور زندہ دل دوستی مجھے بہت سکون دیتی ہے ۔

اس پہلے دن کی دوپہر میں ، میں جنگل میں لمبے لمبے چہل قدمی کرنا چاہوں اور قدرت کی دنیا کی خوبصورتیوں پر نظریں جمانا چاہوں ۔ اور میں رنگین غروب آفتاب کی شان کے لیے دعا کرنی چاہوں ۔ اس رات ، میں سوچتی ہوں ، مجھے نیند نہیں آنی چاہیے ۔

اگلے دن میں طلوع فجر کے ساتھ اٹھوں اور وہ سنسنی خیز معجزہ دیکھوں جس سے رات دن میں بدل جاتی ہے ۔ مجھے حیرت سے روشنی کا وہ شاندار منظر دیکھنا چاہیے جس سے سورج سوئی ہوئی زمین کو جگاتا ہے ۔

یہ دن مجھے دنیا ، ماضی اور حال کی جلد بازی کی جھلک کے لیے وقف کرنا چاہیے ۔ مجھے عجائب گھروں میں جا کر انسان کی ترقی کا مقابلہ دیکھنا چاہیے ۔ وہاں میری آنکھیں زمین کی گاڑھی تاریخ دیکھیں گی - جانوروں اور انسانوں کی تصویر ان کے آبائی ماحول میں ۔ ڈائنوسار اور ماسٹوڈن کی بہت بڑی اسکیلیٹن جو انسان کے ظاہر ہونے سے بہت پہلے زمین پر گھومتی تھیں ۔

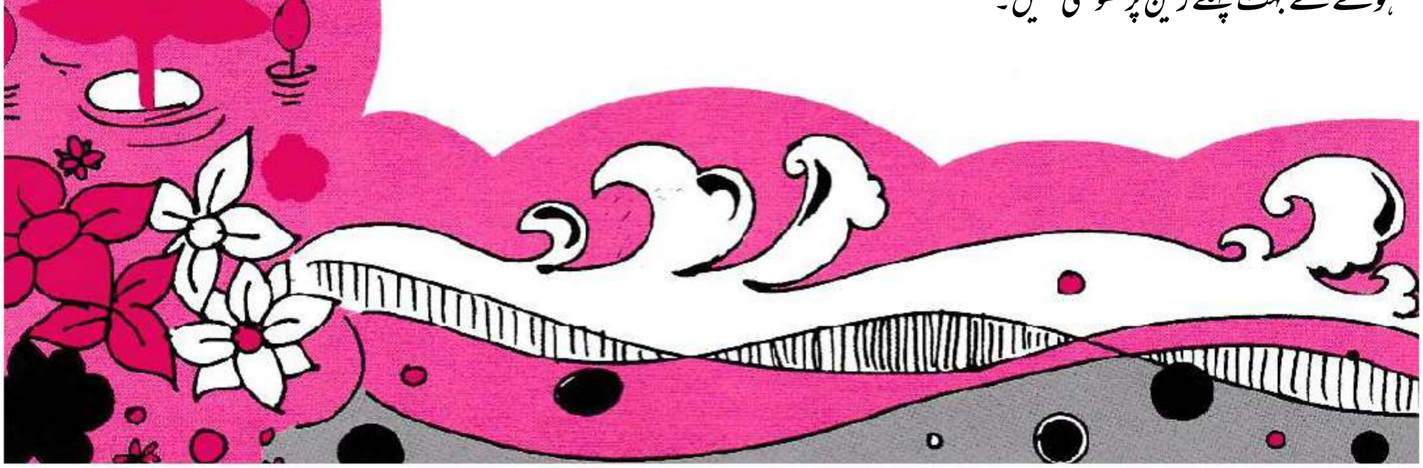

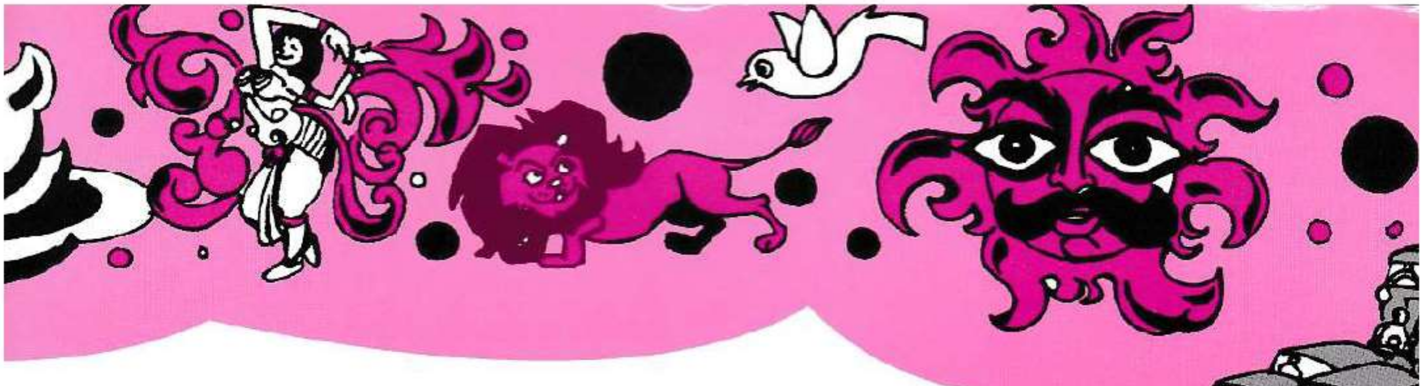

میرا اگلا اسٹاپ میوزیم آف آرٹ ہوگا۔ اس پر، میری نظر کے دوسرے دن، بیں اس کے فن کے ذریعے انسان کی روح کو جانچنے کی کوشش کرنی چاہوں۔ وہ مجسمے جہیں میں ٹچ کے ذریعے جانتی تھی میں اب دیکھنا چاہوں۔ مزید نہائت پرکشش بھی، پینٹنگ کی پوری شاہکار دنیا میرے لیے کھل جائے گی۔

میری نظر کے دوسرے دن کی شام میں تھیٹر یا فلموں میں گزارنی چاہوں۔مجھے حیرت ہے کہ آپ میں سے کتنے ہیں، جب آپ کسی ڈرامے، فلم یا کسی تماشے کو دیکھتے ہیں، تو نظر کے معجزے کا احساس کرتے ہیں اور اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں جو آپ کو اس کے رنگ، فضل اور حرکت سے لطف اندوز ہونے کے قابل بناتا ہے؟ میں صرف ایک رقاصہ کے فضل کو مدھم انداز میں دیکھ سکتی ہوں، حالانکہ میں تال کی لذت کے بارے میں کچھ جانتی ہوں، کیونکہ اکثر میں موسیقی کی دھڑکن کو محسوس کر سکتی ہوں جب یہ فرش پر ہلتی ہے۔ میں اچھی طرح سے تصور کر سکتی ہوں کہ موسیقی ہموار کا تسلسل دنیا میں سب سے زیادہ خوشگوار نظاروں میں سے ایک ہونا چاہیے۔

اگلی صبح، میں پھر سے طلوع فجر کو سلام کرنا چاہوں، نئی لذتوں، خوبصورتی کے نئے انکشافات کو دریافت کرنے کے لیے بے چین ہوں۔ آج، یہ تیسرا دن، میں کام کی دنیا میں، زندگی کے کاروبار کے بارے میں لوگوں کے اڈوں کے درمیان گزارنا چاہوں۔ شہر میری منزل بن جاتا ہے۔

سب سے پہلے، میں ایک مصروف کونے میں کھڑی ہوں، صرف لوگوں کو دیکھتی ہوں، ان کو دیکھ کر ان کی روزمرہ کی زندگی کے بارے میں کچھ سمجھنے کی کوشش کرتی ہوں۔ میں مسکراہٹ دیکھتی ہوں، اور میں خوش ہوں۔ میں سنجیدہ عزم دیکھتی ہوں، اور مجھے فخر ہے۔ میں مصیبت کو دیکھتی ہوں، اور میں رحم کرتی ہوں۔

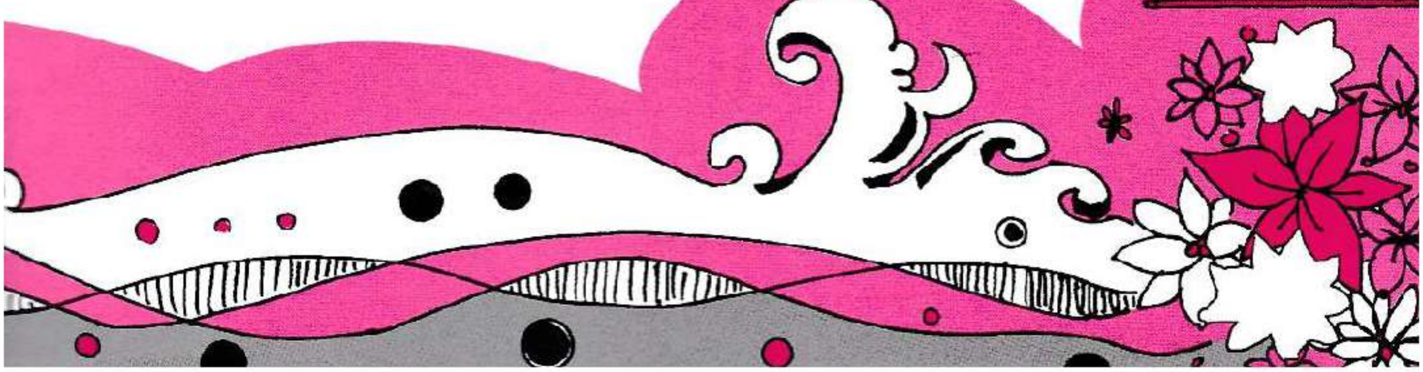

میں ففتھ ایو نیو سے نیچے ٹہلتی ہوں۔ میں اپنی آنکھوں کو فوکس سے ہٹاتی ہوں، تاکہ مجھے کوئی خاص چیز نظر نہ آئے سوائے ایک افشاں رنگ کا کلیڈوسکوپ۔ مجھے یقین ہے کہ خواتین کے ملبوسات کے رنگ ایک ہجوم میں گھومتے ہوئے ایک خوبصورت منظر ہونے چاہیئے جس سے میں کبھی نہیں تھکوں۔

ففتھ ایو نیو سے میں شہر کی سیر کرتی ہوں- کچی آبادیوں، فیکٹریوں، پارکوں تک جہاں بچے کھیلتے ہیں۔ میری آنکھیں خوشی اور غم دونوں کے تمام نظاروں کے لیے کھلی ہوئی ہیں تاکہ ہیں گہرائی سے تحقیق کر سکوں اور اپنی سمجھ میں اضافہ کر سکوں کہ لوگ کیسے کام کرتے ہیں اور کیسے رہتے ہیں۔

آدھی رات کو میری نابینا پن کی عارضی مہلت ختم ہو جائے گی اور مستقل رات دوبارہ مجھ پر آ جائے گی۔ قدرتی طور پر ان تین مختصر دنوں میں مجھے وہ سب نہیں دیکھنا چاہیے تھا جو ہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ تبھی جب مجھ پر اندھیرا چھا گیا تو مجھے احساس ہونا چاہیے کہ میں نے کتنا پوشیدہ چھوڑ دیا تھا۔ ایکن میرا ذہن شاندار یادوں سے اس قدر بھرا ہو گا کہ میرے پاس پچھتاوے کے لیے بہت کم وقت ہو گا۔ اس کے بعد ہر چیز کا لمس ایک چمکتی ہوئی یاد دلائے گا کہ وہ چیز کیسی دکھتی تھی۔

شاید یہ مختصر خاکہ کہ مجھے کس طرح تین دن بینائی میں گزارنا چاہیئے اس پروگرام سے متفق نہیں ہے جو آپ اپنے لئے ترتیب دیں گے اگر آپ کو معلوم ہو تاکہ آپ نابینا ہونے والے ہیں۔ تاہم مجھے یقین ہے کہ اگر آپ کو اس قسمت کا سامنا کرنا پڑا تو آپ اپنی آنکھوں کا استعمال کریں گے جیسا کہ پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ جو کچھ آپ نے دیکھا وہ آپ کو عزیز ہو جائے گا۔ آپ کی آنکھیں ہر اس چیز کو چھو لیں گی اور گلے لگائیں گی جو آپ کے بصارت کی حد میں آتی ہے۔ پھر، آخر کار، آپ واقعی دیکھیں گے، اور خوبصورتی کی ایک نئی دنیا آپ کے سامنے کھل جائے گی۔

میں جو اندھا ہوں دیکھنے والوں کو ایک اشارہ دے سکتا ہوں۔ اپنی آنکھیں اس طرح استعمال کریں جیسے کل آپ اندھے ہو جائیں گے۔ اور یہی طریقہ دوسرے حواس پر بھی لاگو کیا جا سکتا ہے۔ آوازوں کی موسیقی سنو، پرندے کا گانا، آرکسٹرا کے زبردست تناؤ، گویا تم کل بہرے ہو جاؤ گے۔ ہر چیز کو اس طرح چھوئے جیسے کل آپ کی چھونے کی حس ناکام ہو جائے گی۔ پھولوں کی خوشبو سونگھو، ہر لقمے کا مزہ چکھو، گویا کل تم پھر کبھی سونگھ اور چکھ نہ پاؤ گے۔ ہر احساس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔ لیکن تمام حواس میں، مجھے یقین ہے کہ نظر سب سے زیادہ لذت بخش ہونی چاہیے۔

© Katha Jharna 2008 — **Publisher** Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati — V. Vijayakanthi — **Urdu** Mohammad Naseem

L. S. Saraswathi — S. Rajalakshmi — **Artist** Uma Krishnaswamy